SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, May 05, 2008

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at fifty minutes past four in the evening with Mr. Chairman (Mr. Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین O کیف یھدی اللہ قوماً کفروا بعد ایمانھم وشھدوآ انّ الرّسول حقّ وّجاءھُمُ البیّنٰت واللہ لا یھدی القوم الظّلمینO اولٰئکَ جزآؤھُم انّ علیھم لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعینO خٰلدین فیھا لایُخفّفَ عنھمُ العذابُ ولاھم یُنظرونO الا الذین تابُوا من بعد ذٰالک وأصلحوا فان اللہ غفورٌ رّحیمO

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, May 05, 2008

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at fifty minutes past four in the evening with Mr. Chairman (Mr. Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ومن یبتغ غیرالاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین O
کیف یھدی اللہ قوماً کفروا بعد ایمانھم وشھدوآانّ الرّسول حقّ وّجاء ھُمُ
البیّنٰت واللہ لا یھدی القوم الظّٰلمینO اولٰٓئک جزآؤھُم انّ علیھم
لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعینO خٰلدین فیھا لایُخفّف عنھمُ
العذابُ ولاھم یُنظرونO الا الذین تابُوا من بعد ذٰالک واَصلحوا فان
اللہ غفورٌرّحیمO

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔
جوشخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول
نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

خدا ایسے لوگوں کو کیونکر ہدایت دے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور (پہلے) اس بات کی گواہی دے چکے کہ پیغمبر برحق ہے اور ان کے پاس دلائل بھی آگئے اور خدا بے انصافوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر خدا کی اور فرشتوں کی اور انسانوں کی سب کی لعنت ہو۔ ہمیشہ اس لعنت میں (گرفتار) رہیں گے ان سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ ہاں جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی حالت درست کر لی تو خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

(سورۃ آل عمران آیات 85 تا 89)

Leave of Absence

Mr. Chairman: I will take up the Leave Applications.

جناب محمد غفران خان ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 2 مئی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، جناب ایس ایم ظفر نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 5 تا 6 مئی کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، ڈاکٹر محمد ساعد ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 2 مئی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، جناب آصف جتوئی نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 2 اور 5 مئی کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، جناب محمد اسحاق ڈار نے اطلاع دی ہے کہ وہ ملک سے باہر ہیں اس لیے مورخہ 5 تا 9 مئی اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

سید خورشید احمد شاہ صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ سعودی عرب کے سرکاری دورے پر ہیں اس لیے مورخہ 5 تا 12 مئی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

We will take up the agenda for today and and go as agreed. Senator Dr. Khalid Ranjha.

Presentation of Reports

West Pakistan Family Court (Amendment) Bill, 2004.

Senator Dr. Khalid Ranjha: *Bismillah hirrahma Nirrahim*. As Chairman Standing Committee on Law, Justice and Human Rights and Parliamentary Affairs, I beg to move that under sub- rule (1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the delay in presentation of report of the Committee on a Private Member's Bill further to amend the West Pakistan Family Court Act, 1964 [The West Pakistan Family Courts (Amendment) Bill, 2004], be condoned till today.

Mr. Chairman: It has been moved that under sub-rule (1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the delay in presentation of report of the Committee on a Private Member's Bill further to amend the West Pakistan Family Court Act, 1964 [The West Pakistan Family Courts (Amendment) Bill, 2004], be condoned till today.

(The motion was carried).

Mr. Chairman: Ranjha Sahib Item No.3.

Senator Dr. Khalid Ranjha: As Chairman, Standing Committee on Law, Justice and Human Rights and Parliamentary Affairs, I seek permission to present report of the Committee on Private Member's Bill further to amend the West Pakistan Family Courts Act, 1964 [The West Pakistan Family Courts (Amendment) Bill, 2004]

Mr. Chairman: The report stands presented. We will go to Item No.4, Ranjha Sahib.

The Pakistan Penal Code (Amendment) Bill, 2004.

Senator Dr. Khalid Ranjha: As Chairman, Standing Committee on Law, Justice and Human Rights and Parliamentary Affairs I beg to move that under Sub-Rule (1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the delay in presentation of the report of the Committee on a Private Member's Bill further to amend the Pakistan Penal Code, 1860 [The Pakistan Penal Code (Amendment) Bill, 2004], be condoned till today.

Mr. Chairman: It has been moved that under Sub-Rule (1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the delay in presentation of report of the Committee on a Private Member's Bill further to amend the Pakistan Penal Code, 1860 [The Pakistan Penal Code (Amendment) Bill,2004], be condoned till today.

(The motion was carried).

Mr. Chairman: Ranjha Sahib Item No.5.

Senator Dr. Khalid Ranjha: I, Chairman, Standing Committee on Law, Justice and Human Rights and Parliamentary Affairs seek permission to present report of the Committee on a Private Member's Bill further to amend the Pakistan Penal Code, 1860 [The Pakistan Penal Code (Amendment) Bill, 2004].

Mr. Chairman: The report stands presented. We will go on to item No. 6, Kamran Murtaza, move the bill.

Introduction of the Bills

The Code of Civil Procedure (Amendment) Bill 2006.

Senator Kamran Murtaza: Thank you Mr. Chairman, I introduce a Bill further to amend the Code of Civil Procedure, 1908 [The Code of Civil Procedure (Amendment) Bill, 2006]

Mr. Chairman: It has been referred to the Standing Committee, that is the consensus of the House. That covers item No. 7, also. Bill introduced stands referred to the Standing Committee.

نمبر۔۷ بھی ہو گیا ہے۔ جی کامران مرتضیٰ۔

Senator Kamran Murtaza: I may be allowed to introduce a bill further to amend the Code of Civil Procedure, 1908 [The Code of Civil Procedure (Amendment) Bill, 2006].

Mr. Chairman: The Bill has been introduced and stands referred to the Standing Committee concerned.

Senator Kamran Murtaza: Thank you sir.

Mr. Chairman: Item No. 8, Mr. Kamran Murtaza.

The Parliamentary Foreign Tours Restriction Bill 2006.

Senator Kamran Murtaza: Thank you Mr. Chairman, I introduce a Bill to provide for restriction on the Parliamentarians foreign tours [The Parliamentarians Foreign Tours Restriction Bill, 2006].

سینیٹر میاں رضا ربانی (قائد ایوان)، اس کو oppose کر دیں---

سینیٹر کامل علی آغا، (قائد حزب اختلاف)، نہیں ویسے میاں صاحب---

سینیٹر میاں رضا ربانی، میں ویسے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اصولی طور پر میں اس بل کی حمایت میں نہیں ہوں ------

سینیٹر کامل علی آغا، oppose کیا ناں' جی' ---

سینیٹر میاں رضا ربانی، نہیں' نہیں جناب! over all ہم نے یہ کیا ہے کہ سارے Bills Standing Committee کو چلے جائیں' اس لیے میں اس کو اس حد تک oppose نہیں کر رہا لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ پارلیمان کے ممبران کا باہر جانا ایک پارلیمنٹری practice اور پارلیمانی روایات کا حصہ بھی ہے اور وہ پارلیمان کو مستحکم بھی کرتا ہے۔ وہ جمہوریت کے لیے بھی مفید ہے لیکن کیونکہ ہم نے ایک principle یہ طے کیا تھا کہ تمام bills کو Standing Committees کو refer کر دیں۔ لہذا اس لیے اس کو on the floor admission کی حد تک ہم oppose نہیں کر رہے ہیں لیکن کمیٹی میں obviously the Government will have a different position.

سینیٹر کامل علی آغا، گزارش یہ ہے کہ جو basic logic ہے یہ بل اس کے بالکل خلاف ہے۔ یہ ویسے fundamental rights کے خلاف ہے۔ اس کو کمیٹی کے سپرد کرنا بھی قواعد کی پابندی نہیں ہے اور قواعد کی خلاف ورزی بھی ہے تو اس لیے ممبران کے حقوق کو سلب کرنے کا کوئی بل بھی کمیٹی کو بھیجنا formality ہوگی۔ اس کو میاں صاحب کو technically oppose نہیں کرنا چاہیے۔ ان کو کھل کر oppose کرنا چاہیے کیونکہ یہ ممبران کی آزادی کو سلب کرنے کا بل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کمیٹی میں بھیجنے کے لیے اس

پر ووٹ کروا لیں ساری بات آپ کے سامنے آ جائے گی۔ دیکھیں! یہ ویسے بھی International treaties کی خلاف ورزی ہے اور ہاؤس کے floor کے اوپر اگر ہم اس قسم کے bills کو لانا شروع کر دیں گے اور کمیٹیوں کے سپرد کر دیں گے تو یہ پارلیمنٹرین کے rights کی بھی خلاف ورزی ہوگی، جمہوریت کی خلاف ورزی ہوگی، آئین کی بھی خلاف ورزی ہوگی اور یہ لوگ جو آئین کی بالا دستی کی بات کرتے رہے ہیں آج کھل کر سامنے آ رہے ہیں تو اس طریقے سے oppose کریں اور ویسے بھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ کس دور کے اندر بیٹھ کر پارلیمنٹ کے اندر ممبر ہیں یہ رکن ہیں ایوان بالا کے، یہ ان کو زیب ہی نہیں دیتا کہ اس قسم کا Bill House کے سامنے لائیں ------

جناب چیئرمین، میرا خیال ہے اس کو House میں ووٹ کے لیے ڈال دیں۔

سینیٹر کامل علی آغا، ان کو واپس لینا چاہیے۔ وہ خود واپس لیں گے اور ان کو عوام سے معافی مانگنی چاہیے-----

سینیٹر کامران مرتضٰی، میں اس کو واپس نہیں لوں گا----

جناب چیئرمین، اس کو House میں put کر دیں---

سینیٹر کامران مرتضٰی، نہیں، نہیں، بات یہ ہے کہ admission کی حد تک انہوں نے oppose نہیں کیا۔ مجھے کامل آغا صاحب کا بڑا ادب اور احترام ہے مگر یہ ان کا job نہیں ہے کہ اس کو اس طرح سے oppose کریں-----

سینیٹر کامل علی آغا، جناب چیئرمین! میرے پاس floor ہے اور میں یہ کہنا چاہوں گا -----

(مداخلت)

جناب چیئرمین، ان کو بات ختم کر لینے دیں، وہ ختم کر دیں تو پھر میں آپ کی طرف آؤں گا۔

سینیٹر کامل علی آغا، جناب چیئرمین! ایک رکن ہونے کی حیثیت سے ان کو یہ بل قطعی طور پر زیب نہیں دیتا۔ یہ اگر کسی جگہ پر ایک دورے پر نہیں جا سکے تو یہ اتنا بڑا بل جو

ہے یہ ----

سینیٹر کامران مرتضیٰ: یہ کس نے کہا ہے کہ میں ایک دورے پر نہیں جا سکا-----

سینیٹر کامل علی آغا: یہی بات ہے جناب!

سینیٹر کامران مرتضیٰ: یہ آگ لگانے والی کیا بات ہے' یہ ہمیشہ ایسی ہی بات کرتے ہیں- اس ایوان میں ایسے لوگ ہیں جو 18/18 بار گئے ہیں- اس ایوان میں ایسے لوگ ہیں جو ایک جہاز سے اترے تو ان کو دوسرے جہاز پر واپس بھیج دیا گیا----

جناب چیئرمین: یہ میں جب آپ کو floor دیتا ہوں تو آپ بات کر لیں- کامران صاحب' ایک منٹ-

سینیٹر کامران مرتضیٰ: یہ الزام کیوں لگا رہے ہیں کہ یہ کسی دورے پر نہیں گئے ہیں------

جناب چیئرمین: کامران صاحب بھی گئے ہیں-

سینیٹر کامل علی آغا: یہ اپنے جواب کے اندر بیان دے دیں جو کچھ کہنا ہے لیکن یہ حوصلے سے بات سنیں----

سینیٹر کامران مرتضیٰ: یہ personal attack تو نہ کریں ---

سینیٹر کامل علی آغا: جناب! میں اس کے پیچھے اور کوئی وجہ سمجھتا ہی نہیں ہوں- میں on the floor of the House یہ بات کر رہا ہوں - میں ایک ذمہ داری سے بات کر رہا ہوں- اس میں پارلیمنٹ کی supremacy کے خلاف بات ہے' جو یہ کر رہے ہیں- ایک معزز رکن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اس قسم کا بل سامنے لائیں- ایک وکیل ہونے کے ناطے ان کو اس بات کا علم ہے کہ نہ International Law اس بات کی اجازت دیتا ہے' نہ ملک کا قانون اس بات کی اجازت دیتا ہے اور یہ ایسی چیز مانگ رہے ہیں جو قانون کے تحت ان کو مل نہیں سکتی- یہ اگر نہیں جانا چاہتے کسی دورے کے اوپر' تو یہ نہ جائیں لیکن ایک ممبر ہونے کی حیثیت سے دوسرے کا حق کیوں روک رہے ہیں- آپ بل withdraw کریں-

جناب چیئر مین: رضا صاحب ایسے کرتے ہیں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئر مین! میں آپ سے دو تین گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلی بات نہایت ادب کے ساتھ میں یہ عرض کروں گا کہ کسی بھی ممبر کی intention پر ہمیں doubt نہیں کرنا چاہیے اور ہمیں یہ بات نہیں کہنی چاہیے کہ کیونکہ ان کا اپنا کوئی pecuniary interest ہے' لہذا وہ یہ بل لے کر آئے ہیں کیونکہ pecuniary interest کی allegation ایک بڑی serious allegation ہوتی ہے parliamentary terms کے اندر' پہلی بات۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس میں پارلیمان کی بالا دستی یا جمہوری روایات کا کوئی تعلق نہیں ہے یہ ایک ممبر کی اپنی سوچ ہوسکتی ہے کیونکہ یہ پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے لہذا وہ اپنے bases کے اوپر legislation کو لے کر آتا ہے اور تیسری بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پرائیویٹ ممبرز ڈے پر یہ گورنمنٹ کا prerogative ہوتا ہے کہ وہ کسی بل کو oppose کرے یا اس کو allow کرے۔ اگر گورنمنٹ oppose کرے and the member insists then it is put to the vote of the House. لہذا آغا صاحب کا احترام کرتے ہوئے انہوں نے جو objection raise کیا that is a part of the record. میں نے بھی اس کو qualified support in the sense کہ صرف اس حد تک کہ ایک basic principle یہ طے ہوا ہے کہ جی' آج جو bills at the Orders of the Day ہیں ان کو oppose نہیں کریں گے۔ پرائیویٹ ممبرز بہت محنت کرتے ہیں' لہذا یہ Bills Standing Committees میں چلے جائیں اور وہاں پر گورنمنٹ اپنی پوزیشن لے سکتی ہے۔ They get an opportunity. کہ وہاں وہ اپنی بات کر سکیں۔ I would say that again when I stand up at item No. 10 جو Bill ہے Which deals with regulations of Advertisements. اب اس میں ایک شق ہے سیکشن ۳ کی D یا E جس میں یہ کہا گیا ہے کہ خواتین کو advertisements میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔ اب وہ ہماری پالیسی کے خلاف ہے لیکن کیونکہ ایک general principle یہ طے ہوا ہے کہ تمام private members' Bills اپنی respective Standing

So, I am not going to appose that Bill, I am going Committees کو چلے جائیں - to let it go. But obviously the Government will take up a position in the Standing Committee against that. کیونکہ وہ ہماری پالیسی کے بالکل خلاف ہے اور on the floor of the House جو وہ بات آتی تو میں اس وقت بھی کہتا لیکن کیونکہ یہ ابھی بات ہوئی ہے۔ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ the point that Agha sahib has said is very well taken. His objection is on the record. Since we have not objected, let it be referred to the Standing Committee and the Standing Committee will deal with it. I can assure him that in the Standing Committee the Government is going to oppose this bill. So, it will be sorted out over there.

جناب چیئرمین ۔ ٹھیک ہے آغا صاحب ! وہ on the floor of the House commitment دے رہے ہیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین---

سینیٹر کامل علی آغا: گزارش یہ ہے کہ---

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب، ان کے بعد آپ کی طرف آتا ہوں۔

سینیٹر کامل علی آغا: گزارش ہے کہ جو طریقہ کار میاں صاحب فرما رہے ہیں، میں اس سے agree کرتا ہوں کہ اسے ہاؤس کے سامنے put کیا جائے ۔ جہاں تک محترمہ کوثر صاحبہ کی تحریک اور بل کا تعلق ہے، میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کا آئین ہمیں پابند کرتا ہے کہ ملک میں قوانین عین اسلام اور شریعت کے مطابق ہوں گے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ وہ بل Islamic laws سے related ہے، اس پر debate ہونی چاہیے، وہ کمیٹی کو refer بھی ہونا چاہیے اور اسے دیکھنا چاہیے کہ آئین پاکستان کا جو Preamble ہے، کیا وہ اس کی ambit میں آتا ہے یا نہیں۔ اگر آتا ہے اور شرع کے مطابق واقعی وہ پابندی ضروری ہے تو پھر اس پر غور ہونا چاہیے۔ جناب والا! یہ ذاتی نظریات کی بات نہیں ہے یا کسی پارٹی کے نظریے کی بات

نہیں ہے۔ اگر میاں صاحب کی پارٹی کی پالیسی کے مطابق اس ملک میں خواتین کو اشتہار کا ذریعہ بننا چاہیے تو وہ ان کی پارٹی پالیسی ہوسکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے آئین کے مطابق وہ debatable بات ہے اور اسے consider کیا جانا چاہیے۔ اس کے بارے میں قوانین بالکل Islamic laws اور شریعہ کے مطابق ہونے چاہئیں۔ اسے زیر غور لایا جانا چاہیے لیکن میاں صاحب کا یہ کہنا کہ یہ democratic thought یا logic ہے اور یہ اس کے مطابق ہے تو میں اس سے اختلاف کرتا ہوں۔ قطعی طور پر ایک عام آدمی کی آزادی سلب نہیں کی جاسکتی، ایک parliamentarian کی آزادی سلب نہیں کی جاسکتی، ایک official کی آزادی سلب نہیں کی جا سکتی اور جو اس کے rights ہیں، وہ اسے ملنے چاہئیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ modern world میں ایک ملک کے parliamentarians دوسرے ملک کے parliamentarians کے ساتھ نہیں ملیں گے تو انہیں کیسے پتا چلے گا کہ اچھا، برا کیا ہے۔ ان کی تربیت کیسے ہوگی اور پھر یہ treaties موجود ہیں جن کے تحت parliamentarians ایک دوسرے کے ملکوں میں جاتے ہیں۔ جناب والا! کیا ہم اس بات کی اجازت دے دیں کہ صرف اس ملک کی بیوروکریسی ہی باہر کے ملکوں میں جائے گی، وہی دوسرے ملکوں کے ساتھ رابطہ کرے گی، وہی interaction کرے گی اور وہی فیصلے کرے گی کہ ہم نے دوسرے ملکوں کے ساتھ کیسے تعلقات رکھنے ہیں۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کے متعلق یہاں آپ voting کروائیں اور یہ میاں صاحب کے کہنے کے مطابق کروائیں، پھر ممبران جو رائے دیں، اس کے مطابق فیصلہ دیں۔ اس کے بارے میں، میں نے پہلے بھی اپنی reservation میاں صاحب سے ظاہر کی تھی ۔ میں نے کہا تھا کہ ہم اس بل پر معترض ہوں گے اور ہم اسے کمیٹی کو refer نہیں ہونے دیں گے۔ باقی جو bills ہیں، وہ آپ بے شک کمیٹی کو refer کریں۔

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھہیم : جناب والا! میں گزارش کرتا ہوں۔۔۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ : جناب والا! میں عرض کرتا ہوں۔۔۔

جناب چیئرمین، تھہیم صاحب۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر : میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔۔

جناب چیئرمین، چوہدری صاحب کو پہلے سن لیں اس کے بعد کامران صاحب، میں آپ کی طرف آتا ہوں۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر : جناب والا! میں آپ کی وساطت سے کامران مرتضیٰ صاحب کی خدمت میں نہایت ادب سے گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ میں ان کے علم کا معترف ہوں۔ ان کے جذبے کی بھی قدر کرتا ہوں۔ شاید انہوں نے یہ بل اس خیال سے دیا ہے کہ کفایت شعاری کی جائے۔

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھہیم : جناب والا! the floor is with me.

جناب چیئرمین، تھہیم صاحب، میں آپ کی طرف آتا ہوں۔ وہ بول لیں، ان کے بعد آپ کی طرف آتا ہوں۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر : جناب والا! دو چیزوں کو مد نظر رکھیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ پارلیمانی وفود کا یا parliamentarians کا دوسرے ملکوں میں جانا، یہ ساری دنیا میں recognized ہے۔ کوئی بھی ملک ایسا نہیں ہوگا کہ جس نے پابندی لگائی ہو کہ parliamentarians باہر نہیں جا سکیں گے۔ جناب والا! کیا parliamentarians کوئی convict ہیں؟ جناب والا! کیا parliamentarians کوئی دہشت گرد ہیں یا ایسے لوگ ہیں کہ جن کا باہر جانا خطرے سے خالی نہیں ہے؟ میں عرض کرتا ہوں کہ یہی لوگ ہیں جو باہر جانے کے entitled ہیں، یہی لوگ ہیں جو باہر جانے چاہیئیں، انہی لوگوں کی معرفت agreements ہونے چاہیئں اور انہی لوگوں کی معرفت پورے دنیا میں میل جول ہونا چاہیے۔

جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے اور سارے ہاؤس کو معلوم ہے کہ IPUs ہیں، CPUs ہیں، یہ جو organizations ہیں، اگر میں اس شاخ کا ایک ممبر ہوں تو کیا مجھ پر یہ پابندی لگ جائے کہ میں باہر نہیں جا سکتا۔ جناب والا! آپ کسے باہر لے کر جائیں گے۔ آپ secretaries کو لے کر جائیں گے۔ وہاں اگر آپ اپنے ممبروں کو IPUs میں لے کر نہیں جائیں گے تو کس کو لے جائیں گے۔ Secretary Interior کو لے کر جائیں گے، Secretary Finance کو لے کر جائیں گے، ان کا کیا کام ہے، وہ تو ممبر ہی نہیں ہیں۔ وہ تو

شاید آپ کے ساتھ اس ہاؤس میں داخل بھی نہ ہوسکیں۔ اس لیے کہ وہ ممبر نہیں ہیں۔ لہذا ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے اس بل کو متعلقہ کمیٹی کو refer کیا جائے۔ جناب والا! ہمیں اس اصول پر قطعاً کوئی اعتراض نہیں ہے کہ کمیٹیوں کو bills refer ہونے چاہئیں۔ تاہم میں سمجھتا ہوں کہ یہ بل ہماری توہین کے مترادف ہے۔ یعنی پریس میں آئے گا کہ ہم کہتے ہیں کہ parliamentarians باہر نہ جائیں۔ ہم لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہم جانے کے قابل نہیں ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم باہر representation نہیں کر سکتے۔ جناب والا! میں نہایت مودبانہ التماس کرتا ہوں کہ یہ derogatory bill ہے۔ میں اس سے زیادہ اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا، breach of privilege تک نہیں جاؤں گا لیکن میں یہ عرض ضرور کروں گا کہ یہ parliamentarians کے لیے derogatory ہے۔ اس لیے نہایت مودبانہ جناب کامران مرتضیٰ کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ وہ اس bill پر زور نہ دیں اور اسے واپس لے لیں۔

جناب چیئرمین، جناب تھیم صاحب۔

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھیم، جناب چیئرمین! بھنڈر صاحب بڑے competent ہیں۔ انہوں نے کل rules بھی بتائے تھے مگر floor آپ نے مجھے دیا اور تقریر انہوں نے کر لی۔ آئندہ کے لیے جو rules بتائے، وہ کم از کم خود rules کا احترام کرے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین، پہلے تھیم صاحب کو سن لیں، پھر آپ بات کر لیں۔

Senator Mian Raza Rabbani: I thought, he has finished.

سینیٹر کامل علی آغا : جناب والا! میں عرض کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، پہلے تھیم صاحب کو سن لیں، اس کے بعد آپ بات کر لیں۔

سینیٹر کامل علی آغا : جناب والا! کامران مرتضیٰ صاحب غلط سمجھ رہے ہیں کہ میں نے کوئی monetary interest کی بات کی ہے۔ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ۔ میں نے کہا ہے کہ کوئی بندہ کسی وقت یہ سوچ لیتا ہے کہ کامل علی آغا چار مرتبہ باہر گیا ہے اور میں ایک مرتبہ باہر گیا ہوں، اس احساس کمتری میں انہوں نے یہ بل پیش کیا ہے تو انہیں ایسا نہیں کرنا

چاہیے کیونکہ یہ parliament کے حسن کے خلاف ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر میاں رضا ربانی : اگر آپ میری بات سن لیں گے تو۔۔۔

جناب چیئرمین ، تہیم صاحب ' senior parliamentarian ہیں ' پہلے ان کی بات سن لیتے ہیں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی : جناب والا! اگر آپ میری بات سن لیں گے تو یہ بحث ہی ختم ہو جائے گی ۔ We have a lot of other items on the agenda. اس کے بعد اس پر چلیں گے۔

Sir, I have spoken to the honourable Senator and he has been very magnanimous. He has agreed with me that he will withdraw this bill. So, therefore,we move on item No. 1 on the agenda.

(Desk thumping)

جناب چیئرمین، تہیم صاحب' آپ نے کچھ اور کہنا ہے۔

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تہیم : میں کہہ رہا ہوں کہ یہ بل تھوڑا سا controversial ہو گیا ہے۔

جناب چیئرمین، تہیم صاحب! یہ بل withdraw ہو گیا ہے۔

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تہیم : رضا ربانی صاحب خود کمیٹی کے ممبر ہیں۔

جناب چیئرمین ، انہوں نے بل withdraw کر لیا اور اب یہ issue ختم ہو گیا ہے۔

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تہیم : میں کامران صاحب سے عرض کروں گا کہ مہربانی کرکے اسے withdraw کر لیں۔

جناب چیئرمین، انہوں نے withdraw کر لیا ہے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب والا! withdraw تو کر لیا ہے لیکن جو انہوں نے پچھلے پانچ سالوں میں کیا ہے، اس کے بارے میں بھی کامل علی آغا صاحب جانتے ہیں۔ میں نے پانچ سالوں میں ادھر کوئی منہ کالا نہیں کیا۔

جناب چیئرمین، اللہ خیر کرے گا۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: مجھے یہ بھی پتا ہے کہ لوگ ایک جہاز سے اتر کر دوسرے جہاز میں جاتے رہے ہیں۔ مجھے یہ بھی پتا ہے کہ لوگوں نے ایک ایک سال میں اٹھارہ اٹھارہ دورے کئے ہیں اور ادھر لوگ مر رہے تھے۔

جناب چیئرمین، کامران صاحب! تشریف رکھیئے۔ We take up item No. 10

(Interruption)

Mr. Chairman: That matter has been withdrawn.

اب آگے بڑھنا ہے ۔ Item No. 10 on the agenda. Dr. Kauser Firdaus, please move the motion.

Regulations for Advertisements Bill 2008

Senator Dr. Kauser Firdaus: Sir, I beg to move for leave to introduce a Bill to provide the Regulations for Advertisements [The Regulations for Advertisements Bill, 2008].

Mr. Chairman: Raza Sahib, is it oppossed? Sherri Rehman Sahiba.

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔

جناب چیئرمین، پہلے ذرا شیری رحمان صاحبہ سے پوچھ لیں۔

محترمہ شیری رحمان (وفاقی وزیر اطلاعات): جناب والا! جیسے رضا ربانی صاحب، Leader of the House نے کہا ہے کہ in principle, he thinks that it is

appropriate and this should go to the Standing Committee because the members have taken so much trouble sir. So, of course, I will agree with him.

مگر یہاں پر ابھی reference دیا گیا ہے کہ اس بل کے contents جو ہیں‘

There is not a question of just one party opposing it. I will just like to, very respectfully, point out to the honourable Leader of the Opposition here who said that this is about the *Shariah* and the Article in the Constitution that relates to the *Shariah*. I will just like to remind him that without prejudice to any such reference, there is no reference in the Constitution of Pakistan which said that women are to be blacked out of public media or public life. In fact, quite to the contrary, there is no contradiction in any Islamic injunction to the Constitutional provisions of Article 25 and Article 33 that ensure and guarantee the full participation of the women in the mainstream of public life.

In the beginning, I would like to say of asking women to be banned from the public media and advertisement, I understand there is consideration and I think it is very honourable consideration that there is an offence that women are exploited in the media perhaps, and I think that is a worldwide concern, it is not the concern just shown in Pakistan. However, having said, that to move a Bill to restrict and completely ban this presence of woman in advertisements is actually contrary not just to the spirit of the Constitution but the letter and spirit of a actual chapter and verse, as stated very clearly about all, not this minority but the women of Pakistan. They are not minorities Mr. Chairman, I would like to

state them as equal citizens of Pakistan. We have had a Prime Minister twice of this Federation and she too has observed the Islamic laws as well as the spirit of *Shariah* as written down and explained very carefully in the Constitution. There is no contradiction and our party will of course be opposing it in the Standing Committee not just on the principles of party's stand but also for what the Constitution of Pakistan allowed sir. Thank you.

Mr. Chairman: Then we refer.

سینیٹر کامل علی آغا، جناب والا انہوں نے چونکہ مجھے ریفر کیا ہے۔

جناب چیئرمین، آپ کو بھی انہوں نے refer کر لیا ہے۔

سینیٹر کامل علی آغا، میں ایک پیرا پڑھ کر سنا دوں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ انہوں نے مجھے مخاطب کر کے یہ بات کی ہے

"Wherein the principle of democracy, freedom, equality, tolerance and social justice as enunciated by Islam shall be fully observed. Wherein the Muslims shall be enable to order their lives in the individual and collective spheres in accordance with the teachings and requirements of Islam as set out in the Holy Quran and Sunnah"

میرا فرض تھا کہ میں یہ پڑھ کر سنا دوں۔

جناب چیئرمین، ڈاکٹر کوثر صاحبہ! آپ کا نمبر گیارہ ہے، leave ہو گیا ہے then
it may be referred to the Committee. Item No.11 - پڑھ لیں۔

سینیٹر کوثر فردوس، جناب چیئرمین! جیسے انہوں نے کہا کہ دستور میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ جناب پہلے تو میں شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں کہ گورنمنٹ نے اگر یہ والا اخلاق اپنانے کا فیصلہ کیا ہے کہ بل کم از کم کمیٹی میں چلے جائیں گے، مجھے بہت grievances تھیں کہ میں

ہمیشہ بل بناتی تھی، بہت کم ایسا ہوا کہ میرا بل کمیٹی کو گیا - یہ درست ہے کہ وہاں جا کر بحث ہو گی، reject ہو گا، whatever it is لیکن میں اس پر آپ کی وساطت سے شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں کہ انہوں یہ رویہ اپنانے کا فیصلہ کیا ہے - جناب جو بات کی گئی ہے کہ دستور میں یہ نہیں ہے، میں صرف ایک چھوٹا سا حوالہ دینا چاہوں گی - جناب یہ ہے Page No.18 دفعہ 37 اور اس کی ذیلی شق (ب) ہے ، عصمت فروشی، قمار بازی، ضرر رساں ادویات کے استعمال، فحش ادب اور اشتہارات کی طباعت، نشر و اشاعت اور نمائش کی روک تھام کرے گی- پہلا وہ مملکت ہے اور اس کے ذیل میں یہ ساری چیزیں ہیں - جناب انہوں نے کہا کہ بےنظیر بھٹو صاحبہ بھی خاتون تھیں اور دو دفعہ پرائم منسٹر رہیں - جناب ان کی میرے دل میں بہت respect ہے بلکہ میں سمجھتی ہوں کہ انہوں نے تو بڑا اچھا ضابطہ دیا - وہ ہمیشہ حجاب کے ساتھ آئیں- وہ کبھی آج کے اشتہار میں، جس طرح عورت ، جس لباس میں نظر آتی ہے ، جس طرح اچھلتی کودتی نظر آتی ہے ، جس طرح لڑکوں کے قریب نظر آتی ہے ، جناب ہم نے کبھی ان کو اس حلیے میں نہیں دیکھا- اس لیے اس کو quote بھی کرنا شاید مناسب نہیں ہے - جناب تیسری بات اسلامی نظریاتی کونسل کی ہے - اس میں بھی ۲۰۰۰ء اور ۲۰۰۱ء کی سالانہ سفارشات میں بھی یہ سفارش کی گئی تھی کہ electronic media پر غیر اسلامی اقدار کے فروغ کو روکا جائے - جناب ! چھوٹی سی چوتھی بات، ایک convention آپ نے sign کیا ہوا ہے اور یہ بےنظیر بھٹو صاحبہ اور پیپلز پارٹی کی گورنمنٹ نے، فاروق لغاری صاحب نے sign کیا تھا، Convention for elimination of all kinds of discrimination جناب اس کی بھی ایک شق ہے اور میرا خیال ہے شیری صاحبہ مجھ سے بہتر جانتی ہوں گی ، women and media جس میں exploitation of women and media as a tool for advertisement should be banned and restricted جناب یہ میری درخواست تھی- بہت مہربانی کہ میرا bill refer ہو گیا-

جناب چیئرمین، آئٹم گیارہ آپ کا ہی ہے- اس کو آپ ذرا کر لیں- Discussion نہیں ہو سکتی-

Senator Dr. Kauser Firdaus: I beg to introduce the Bill to

provide the Regulations for Advertisements [The Regulations and Advertisements Bill, 2008].

Mr. Chairman: The Bill is introduced and referred to the Standing Committee concerned.

سینیٹر کوثر فردوس، بہت شکریہ جناب۔

Mr. Chairman: I may take up Item No.12 Mr. Kamran Murtaza.

The Code of Civil Procedure (Amendment-II) Bill 2006

سینیٹر کامران مرتضیٰ، کسی کو کوئی problem cause نہیں ہو رہی۔

Sir, I may be allowed to introduce a Bill further to amend the Code of Civil Procedure, 1908 [The Code of Civil Procedure (Amendent-II) Bill, 2006].

Mr. Chairman: The Bill is introduced and referred to the Standing Committee concerned.

Senator Kamran Murtaza: Thank you sir.

Mr. Chairman: We go to Item No. 14 and the legislative business. Raza sahib you have some views on this.

Senator Mian Raza Rabbani: As far as Item No. 14 to 25 are concerned. These are various Bills which were drafted by Senator Ch. Muhammad Anwar Bhinder date back to 2003, 2004 and they have now seen the light of day and they have come on the Orders of the Day. I have gone through these Bills sir. The honourable Minister for Law has gone through them and so has the Ministry of Law and we believe that legislation.

صرف حکومت کی میراث نہیں ہے۔ اگر اچھی legislation اپوزیشن سے بھی آئے یا کسی بھی ممبر سے آئے تو ہم اس کا خیر مقدم کریں گے۔ یہ ایوان اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ جب پیپلز پارٹی کی پچھلی حکومت بھی تھی، جس میں شہید محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ وزیر اعظم تھیں، بھنڈر صاحب بھی میرا خیال ہے کہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ اس وقت بھی ہم نے ان کے ساتھ اور دیگر اپوزیشن کے ممبران کے ساتھ بیٹھ کر government bill کو amend کیا اور ان کو پھر ہم نے اس ایوان سے consensus کے ساتھ پاس کیا۔ یہ bills Law Ministry نے بھی دیکھے، Law Minister صاحب نے بھی دیکھے اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ ان میں بہت سے ایسے bills ہیں جو اچھی legislation ہے لیکن قباحت اس میں تھوڑی سی یہ ہے کہ یہ bills essentially Standing Committee of Interior سے پاس ہوئے اور ان میں کچھ drafting کی کمی ہے۔ کچھ ویسے concept یا time frame میں Law Ministry کا خیال ہے کہ ان کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ لہذا میں نے بھنڈر صاحب سے بھی بات کی، پھر honourable Leader of the Opposition سے بھی میں نے بات کی کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ بھنڈر صاحب، Law Minister اور ہم آپس میں بیٹھ جائیں اور ان قوانین کو دیکھ لیں۔ ان میں جو adjustment ہم mutually کر سکتے ہیں ان کو کر لیا جائے اور اگلے Private Members day پر جتنے ان میں سے clear ہوتے جائیں، اس mutual understanding میں تو ان کو اگلے Private Members day پر لے آئیں ...and we will

(مداخلت)

جناب چیئرمین، وہ یہی کہہ رہے ہیں Law کے ساتھ ہی coordinate کرنے کی ضرورت ہے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی، Coordinate ان کے ساتھ کر کے and then we will see that they get through

جناب چیئرمین، Then it is agreed that these item are... جی بھنڈر صاحب۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جناب والا محرک میں ہوں۔

جناب چیئرمین: جی بالکل - آپ سے چونکہ ان کی بات ہو گئی تھی۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: ان کے بعد آپ نے میری رائے بھی لینی تھی۔

جناب چیئرمین: میں آ رہا ہوں آپ کی طرف۔ میں نے ابھی ختم تو نہیں کیا معاملہ۔ کیونکہ آپس میں بات ہوئی تھی، اس لیے میں نے ------

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب! گزارش یہ ہے کہ میرے یہ bills ۲۰۰۲ء سے pending ہیں - کوئی بھی حکومت ہو جناب، خواہ ہماری حکومت ہو یا ان کی حکومت ہو، یہ ایک process میں سے نکلے ہیں - یہاں آئے، ریفر ہوئے، کمیٹیوں میں گئے، اس پر deliberations ہوئیں، رپورٹیں ہوئیں، رپورٹوں کے بعد پھر یہ اس stage پر پہنچے ہیں کہ ان کو consider کیا جائے - کوئی consideration کی stage پر ہیں، کوئی passage کی stage پر ہے۔

جناب والا! یہ بات نہیں ہے کہ Ministry of Law ان Bills سے آشنا نہیں ہے۔ جب بھی Standing Committee on Interior کی میٹنگ ہوئی، Ministry of Law کے representatives موجود ہوتے تھے اور میں نے خود as a mover and as a member of the Standing Committee on Law بھی ان ساری meetings کو attend کیا، clear کروایا ہے لیکن جناب! مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے اگر Law Minister یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ ان کے کسی representative کو میرے ساتھ بیٹھ کر ان کو دیکھنا چاہیے تو ہم نے ہمیشہ اس proposal کو welcome کیا ہے۔ میں نے Leader of House کو کہا تھا کہ میرا تو صرف یہ مقصد ہے کہ جو اچھی چیز ہے، کہیں سے بھی آئی ہے، اس کو کرلیں۔ آپ اپنا Bill لے آئیں، جناب! مجھے تب بھی اعتراض نہیں ہو گا۔ آپ اپنا Bill introduce کر دیں، آپ credit لینا چاہتے ہیں تو آپ لے لیں کیونکہ یہ شاید امریکہ میں تو ہے کہ mover کا نام Bill کے ساتھ آتا ہے لیکن پاکستان میں کسی mover کا نام Bill کے ساتھ نہیں آتا۔ اگر آئے گا تو گورنمنٹ کا ہی آئے گا کہ ان کے دور حکومت میں یہ Bill pass ہوا تھا۔ خواہ میرا initiate کیا ہوا ہو، Private Member Bill ہو یا گورنمنٹ کا Bill ہو، اس کا credit ان کو جائے گا کہ انہوں نے اپنے دور حکومت میں یہ pass کروایا تھا۔

جناب! جہاں تک اس تجویز کا تعلق ہے کہ اس کو دیکھ لیا جائے تو بسم اللہ' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن جناب! عرض یہ ہے کہ چونکہ یہ بل بہت پرانے ہو گئے ہیں' اگلے Private Members Day پر ان کا one way or the other فیصلہ ہو جانا چاہیے تا کہ جو پرانے Bill ہیں' وہ نکلتے جائیں' ممبران نئے Bills لاتے رہیں تاکہ اس legislation پر ہمارا کام ہو کیونکہ ہمارا اصل کام legislation ہے۔ جناب! میں اس سے پہلے بھی بہت دفعہ یہ کہہ چکا ہوں۔ جب ہم اس طرف بیٹھے ہوئے ہوتے تھے' میں اس وقت بھی کہتا تھا کہ ہم legislation پر توجہ دیں' ہم legislation لائیں' ہم یہاں دن پورے کرنے کے لیے نہیں آئے' ہم یہاں legislation کے لیے آئے ہیں۔ حکومت legislation لائے۔ پہلے جناب! یہ ہوتا تھا کہ ایک list ہوتی تھی 19 Bills بھی on the Order of the Day ہوتے تھے۔ ہمیں بھی ان کا notice ہوتا تھا۔ اب Sessions ختم ہوتے تھے' Bills ختم نہیں ہوتے تھے۔ اب sessions ختم ہو جاتے ہیں' Bills نہیں ہوتے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ جہاں تک legislative work کا تعلق ہے' ہم سب کا فرض ہے کہ ہم بھی Bill لائیں' حکومت بھی لائے اور ہم legislative work کریں۔ مجھے اس تجویز سے اتفاق ہے۔ جناب فاضل وزیر قانون صاحب جس کو نامزد فرمائیں گے' مجھے جب بھی بلائیں گے' میں ان کے ساتھ بیٹھ کر تبادلہ خیال کر لوں گا تا کہ یہ جو Bills ہیں' وہ یہ آ جائیں۔ جس پر وہ مجھے convince کر لیں گے کہ یہ نہیں آنا چاہیے' میں یہ عرض کروں کہ میں اس کو فراخ دلی سے accept کروں گا اور جو گزارشات میں کروں گا' وہ عوام کے مفاد میں ہوں گی' مجھے امید ہے کہ اس کو Law والے بھی accept کریں گے۔ آپ کی اطلاع کے لیے یہ عرض ہے کہ انہوں نے پہلے ہی یہ accept کیے ہوئے ہیں' لاءمنسٹر صاحب کے علم میں نہیں ہے کیونکہ وہ اس وقت Law Minister نہیں تھے۔ Thank you very much.

جناب چیئرمین: جی نائیک صاحب۔

Senator Farooq Hamid Naek (Minister of Law): Thank you sir. Sir, Mr. Bhinder is a very competent man and he does very good

legislation. I have worked with him and we had drafted a Bill which was passed by this House, Legal Practitioners and Bar Councils Act. I have worked with him on other Bills also and I am not saying that he is not competent and he has not done a good job. I think he has done a good job but I went through these Bills today and I found that there are certian contradictions, there are certain anomalies which I would like to point out to Mr. Bhinder and hopefully he would agree with me. All I would submit over here is that I will have consultation with Mr. Bhinder along with my ministry, along with my draftsman of the ministry and whatever suitable changes have got to be made in the amendments which are being sought by the Standing Committee on Interior, that would be done in the spirit that these amendments should go a long way in solving the grievances, in solving the problems and in solving the hardships of the litigants and that has to be kept into mind. I assure Mr. Bhinder, the objections would not be raised for the sake of objection but the objections would be concrete and to the benefit of the public at large, specially the litigants because those two Bills relate to the amendments in the Pakistan Penal Code and amendments in the procedure which is known as the Criminal Procedure Code. So, hopefully, Mr. Bhinder would agree with me. I will sit down with him and after we have resolved the differences with regard to this Bill, the amendments, which I have got in my mind, I will propose it to Mr. Bhinder and then the Bill can be placed before this House for the purpose of passage in accordance with the Constitution.

Mr. Chairman: Thank you, Bhinder Sahib, basically they agree with the Bill

تھوڑی جو شقیں ہیں' ان پر آپ سے تبادلہ خیال کر کے I think it is a very positive indication.

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جناب! بالکل صحیح ہے' مجھے تو اس سے اتفاق ہے۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے۔ Then these are deferred.

سینیٹر کامل علی آغا، بھنڈر صاحب خود بھی یہ فرما رہے تھے کہ عوام کے لیے جو بھی قوانین بنتے ہیں اور بننے چاہییں' وہ کیونکہ صدیوں کے لیے ہوتے ہیں تو ان پر اگر توجہ دی جائے اور درست قوانین بنائے جائیں' if and but, dot, commas, full stop کی غلطی بھی نہ ہو' اس میں یقینی طور پر کوئی غلطی نہیں ہونی چاہیے اور اگر Treasury نے یہ کہا ہے اور اس پر agree ہیں تو بھنڈر صاحب کو بالکل اعتراض نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ذرا early dates میں میٹنگ رکھ کر اس کو جو next Private Members Day ہے' اس پر لے آئیں پلیز۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: That is Ok. No. 26 has been, with consent and agreement, deferred. Now 27, there was interest of quite a few people to speak. Do you want to do that?

Senator Mian Raza Rabbani: Professor Sahib will move, the Minister is here.

Mr. Chairman: Ok. Then there are others also, Khurshid Sahib, No. 27.

سینیٹر کامل علی آغا، یہ جو 26 ہے' اس کو defer کر دیں۔

جناب چیئرمین، جی defer کر دیا ہے' وہ میں نے کہا ہے کہ agreement کے اوپر۔

Motion Under Rule 194 Discussion on Overall Performance of PEMRA

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین!

I beg to move that this House may discuss the overall performance of PEMRA. جی اجازت ہے؟

جناب چیئرمین: جی۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! PEMRA Ordinance 2002 میں آیا اور ایک بہت ہی مفید انتظام تھا کہ ملک کے electronic media کو open کیا گیا اور دوسروں کو موقع دیا گیا کہ PTV...

(Interruption)

Mr. Chairman: Let us have order in the House please and hear the honourable member, from the galleries also.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: کہ electronic media کو open کیا جائے، PTV کی monopoly ختم ہو، عوام تک alternate view پہنچے، Information کے اعتبار سے بھی اور پھر discussion اور issues پر راہنمائی کے اعتبار سے بھی یہ ایک اچھی development تھی۔ 2007 میں اسے Act کی شکل دی گئی اور جناب والا! اس کے بعد ایک Ordinance 2007 نومبر میں آیا جس کی رو سے اس کا حلیہ بگاڑ دیا گیا۔ میں جہاں اس development کو welcome کرتا ہوں، اور ملک کی سیاسی و تعلیمی، entertainment ہر اعتبار سے اس کو ایک اچھی development سمجھتا ہوں کہ یہاں مختلف چینلز آئے اور اس بات کا بھی اعتراف کرتا ہوں کہ ہر ملک کے لیے ضروری ہے کہ اس معاملے میں کوئی نہ کوئی ضابطہ، کوئی نہ کوئی قانون، کوئی نہ کوئی اصول و ضوابط، کوئی نہ کوئی روایات یہ تمام چیزیں اپنی جگہ پر بالکل مسلم ہیں، اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ میں جس چیز پر آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتاہوں، وہ یہ ہے کہ حکومت وقت نے اس ادارے کو حقیقی آزادی کے محافظ اور دستور کے مطابق regulatory نظم کی ذمہ داری ادا کرنے کی بجائے، اپنے سیاسی مقاصد کے لیے

استعمال کیا اور خصوصیت سے 09 مارچ 2007 کے بعد جس طرح Press and Electronic Media کو maneuver, manipulate, harass, intimidate کیا گیا' ان پر حکومت اور pressure groups بھی مسلط ہوئے' خصوصیت سے کراچی میں کچھ عناصر نے کس طریقے سے میڈیا کو اپنے ہاتھ میں کرنے اور ان سے اپنی مرضی کی باتیں کرانے کی کوشش کی اور اس سب کام میں پیمرا کی اتھارٹی اس کی سرپرست رہی' اس کا ذریعہ بنی۔ اس کے برعکس وہ چیزیں جن کی طرف ابھی اس سے پہلے ہم گفتگو کر رہے تھے کہ terrorism, violence, تشدد' عدم رواداری' فحاشی' عریانی' ان کو پھیلانے کے لیے کھلی چھوٹ بھی دی ہوئی ہے۔ کوئی ضابطہ اخلاق نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ regulatory authority کا کام' نازک کام ہے۔ ایک طرف آزادی کا تحفظ اس لیے کہ کوئی آزادی حدود کے بغیر آزادی نہیں۔ آزادی نام ہی اس بات کا ہے کہ ایک متفقہ framework کے اندر ہر ایک کو اپنی بات کہنے اور کرنے کا مساوی موقع ملے۔ Emanual Kant جو جرمن فلسفی تھا' اس نے بڑے لطیف انداز میں freedom کو define کیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ "I am free to move by hand, but the lawful freedom of movement of my hand ends where your nose begins". یہ نہیں ہے کہ آپ کے ہاتھ کی جو حرکت ہے' وہ میرے منہ پر طمانچہ بن کر لگ جائے۔ یہ وہ چیز ہے۔ یہ انجام دینے کا نازک کام ہے کہ ایک طرف آزادی کا تحفظ اور محض حکومت کو یا چند عناصر کو خوش کرنے کے لیے اور ان کے مفاد کو protect کرنے کے لیے لوگوں کو آزادی سے محروم نہ کیا جائے۔ Freedom of expression, freedom of information یہ تمام freedoms مقدس ہیں۔ دوسری طرف یہ بھی ہے کہ ہر معاشرے کی کچھ حدود ہوتی ہیں' کچھ values ہوتی ہیں' کچھ بنیادیں ہوتی ہیں' ان کا تحفظ ضروری ہے لیکن ہمارے ہاں ان کا تحفظ تو نہیں ہوتا' تحفظ کس کا ہوتا ہے؟ جیسا کہ PEMRA کا جو Ordinance آیا ہے' آپ اس میں یہ پائیں گے کہ یعنی یہ November, 2007 کا Ordiance ہے' اس میں فرمایا گیا ہے کہ

"Anything which defames or brings into ridicule, the Head of State, Members of the Armed Forces or Executives, Legislatives and Judicial organs."

جناب والا! ایک مہذب معاشرے میں تنقید مہذب انداز میں ہونی چاہیے slander and libel صحیح نہیں، کسی کو right to insult, abuse and provoke نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان provisions کے ذریعے سے کچھ sacred cows بنا دیا گیا اور ان کا سہارا لے کر channels کو بند کیا گیا۔ 12, 12 گھنٹے off air رکھا گیا۔ کئی دن تک، آپ کو پتا ہے کہ Geo کے ساتھ کیا ہوا، ARY کے ساتھ کیا ہوا۔ ایسے Comperes جو محترم اور معتبر تھے لیکن ان کا چہرہ کسی کو پسند نہیں تھا، اس لیے انہیں نکال باہر کر دیا گیا۔ اس کے برعکس ملکی channels کو تو off air کیا گیا اور Indian channels کے لیے دروازہ کھول دیا گیا اور اس طریقے سے ہندوستان کے ثقافتی حملے کے لیے، ہم نے اپنے دروازے کھول کر کے یہ کام انجام دیا۔ جناب والا! میں بڑے دکھ سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ایسے Indian channels کہ جو ہماری آزادی، ہماری sovereignty, ہماری ثقافت بلکہ جس کے بارے میں سونیا گاندھی نے کہا تھا کہ ہمیں اپنی فوجوں کو پاکستان کے خلاف استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارا media, ہماری فلمیں، ہمارے broadcasters وہ کام انجام دے رہے ہیں جو سرحدوں کو منہدم کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ہم نے وہ کام تو کیا لیکن ایک Peace Channel بھی آتا تھا، ڈاکٹر نائیک اس کے اہم کردار ہیں اور انہوں نے پوری دنیا میں کسی تعصب کے بغیر sectarianism کے انداز میں نہیں، دلیل کے ساتھ اعتدال کی دعوت کو پھیلایا، وہ Channel پاکستان میں بند ہے۔ اس حکومت کے زمانے میں بند ہے اور اس کے مقابلے جو فحش channels ہیں جو سیاسی اعتبار سے ہمارے لیے خطرہ ہو سکتے ہیں، وہ آ رہے ہیں۔

جناب والا! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ PEMRA اپنی اصل ذمہ داری کو پورا کرنے میں ناکام رہا ہے بلکہ press کی censorship, intimidation of press, اور press کی شخصیات کو ہدف بنانے کا ذریعہ بنا ہے۔ جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں نے کراچی میں press کو بار بار harass کیا اور خاص طور پر 12 مئی کو کیا۔ یہ ہماری تاریخ کا ایک بڑا سیاہ اور شرمناک باب ہے لیکن PEMRA کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ جس طرح یہاں Geo پر حملہ کیا گیا، جو اس وقت کی پنجاب کی police نے کیا اور میں وہاں خود موجود تھا۔ اس کے بعد وہاں سے جو پہلا programme ہوا، اس میں میں نے

شرکت کی، اس وقت یہ تمام چیزیں PEMRA کو نظر نہیں آئیں۔ اس کے برعکس PEMRA نے اس نام پر کہ فسادات کو، ہم cover نہیں کرنے دیں گے، police کا وکلاء پر تشدد، گیس اور لاٹھیوں سے ان کو پیٹنا، ان مناظر کو روک دیا گیا۔ میری نگاہ میں یہ آزادی صحافت پر بہت بڑا وار تھا۔ جناب والا! میں ساتھ ہی یہ کہنا چاہوں گا کہ سب سے اہم چیز self censorship ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہمارا press, ہمارا electronic media یہ صلاحیت رکھتا ہے، باضمیر ہے، understanding پیدا کر کے، dialogue کے ذریعے سے وہ کام سرانجام دے سکتا ہے۔

دوسرا پھر اس کے لیے جو نظام بنایا جاتا ہے، مثلاً انگلستان میں Press Council, وہ ایک founding body تھی، ہر کوئی اسے approach کر سکتا ہے، اس میں حکومت بیٹھی ہوئی نہیں ہے۔ ہم نے اس پر جو 12 افراد کا Board بنایا ہے، بعض افراد provinces سے آنے ہیں، ان کی nomination دی گئی، بعض حکومتوں کے ذریعے سے، یہ گویا کہ حکومت کی extension ہے۔ اس کے مقابلے میں اس type کے اداروں میں Parliament, public bodies, خود media کے نمائندے، سابق جج، ہماری society کے اندر محترم افراد ہیں جن پر قوم کو اعتماد ہے اور جو ذمہ داری کے ساتھ، دیانت کے ساتھ آزادی کی نزاکتوں کو سامنے رکھتے ہوئے رہنمائی کا کام انجام دے سکتے ہیں لیکن اس کے برعکس جو راستہ اختیار کیا گیا ہے، وہی bureaucratic control کا ہے جو دراصل حکومت کے manipulate کرنے اور media کو اپنے ہاتھوں میں رکھنے کی ایک کوشش ہے۔

جناب والا! میں محترمہ شیری رحمٰن صاحبہ کے اس اعلان کو welcome کرتا ہوں کہ no censorship policy لیکن میں ساتھ ہی یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ آزادی، اخلاقی اور ثقافتی values کا تحفظ ان دونوں کے درمیان ایک توازن قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے نہ ڈنڈے کے ضرورت ہے اور نہ حکومت کے censorship کی ضرورت ہے اور نہ حکومت کے سرزنش کرنے کی ضرورت ہے لیکن اس کے لیے ایک self regulatory mechanism کی، اس کے لیے code of ethics and conduct اور اس code of conduct کو بھی infusive بنانے کے لیے کسی سرکاری نظام کی نہیں لیکن ایک self executive system بنانے کی ضرورت ہے۔ اس معاملے میں دنیا کے مختلف تجربات ہوئے، یہ راستہ ہمیں بھی اختیار

کرنا چاہیے تاکہ صحافت کو آزادی حاصل ہو۔ صحافت وہ آئینہ ہے جس میں کہ سیاست اور حکومت کو اس کا اصل چہرہ دکھایا جا سکتا ہے۔ ٹھیک ہے اسے misuse بھی کیا جاتا ہے۔ ابھی میں "Newyork Times" میں پڑھ رہا تھا' اس میں ایک بڑی اہم رپورٹ آئی ہے' خود میرے لیے وہ چشم کشا تھی کہ کس طرح Bush administration baudit juournalist کے ذریعے سے' advice system کے ذریعے سے' لفافوں کے ذریعے سے' اپنے paid officers کو plant کر کے میڈیا کو بھی manipulate کر رہی ہے۔ اس سے پہلے Harvard کے دو professors نے 'The Lobby' کے نام سے ایک رپورٹ شائع کی' جسے کہ امریکہ میں شائع نہیں ہونے دیا گیا' وہ لندن میں Review Book سے شائع ہوئی اور اس کے بعد پاکستان میں آئی۔ یہ کام بھی ہوتا ہے اور اس سے بھی ہم نے اپنے آپ کو protect کرنا ہے۔

جناب والا! میں ساتھ ہی یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ آزادی کا تحفظ ضروری ہے اور اس میں ہمیں اپنے لوگوں کو trust کرنا پڑے گا' البتہ یہ ضرور ہے کہ code of conduct اور کوئی نہ کوئی ethical regulartory mechanism بنانا ضروری ہے لیکن ہمرا اس معاملے میں ناکام رہا ہے۔ اس ordinance کے ساتھ جو کہ اس وقت نافذ ہے اور مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ اصل orders میں اور پھر 2007 کے ordinance میں' یہ حقیقی parliamentary oversight کے بغیر بنے۔ یہ روایت ختم ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ ابھی آپ نے دیکھا کہ ہمارے Private Members نے کچھ bill دیے' اس میں اچھی باتیں بھی ہیں اور اس میں کچھ خامیاں بھی ہیں۔ پارلیمنٹ کا کام یہ ہے کہ وہ اچھی طرح scrutinize کرے' ایک ایک چیز کو دیکھے کہ اس کی implications کیا ہوں گی' اسے improve کرے اور اس پر وقت لگائے' اس پر public opinion بھی لیں' وہ کوئی secret چیز نہیں ہے لیکن ہماری ہاں یہ چیز نہیں ہوتی بلکہ ordinance کے طریقے سے آتی ہیں۔

میں اس کے ordinance ہونے اور اس ordinance کا structure جس میں آزادی کے نام پر حکومت کی بالادستی' تسلط' control اور management کو built-in کر دیا گیا ہے اور خاص طور پر نومبر 2007 کے amendments کے ذریعے سے' میں ان پر اپنے شدید اختلاف کا اظہار کرتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ جس طرح وزیر اعظم صاحب نے اعلان کیا ہے کہ

پمرا کے اس ordinance کو ختم کیا جا رہا ہے' اس پر عمل ہو اور پارلیمنٹ دونوں پہلوؤں پر غور کرکے صحافت کی آزادی' دستور اور اقتدار کے تحفظ' ان کے درمیان توازن قائم کرے۔ حکومت اپنے آپ کو عقل کل سمجھنا ترک کرے' پارلیمنٹ پر اعتماد کیجیے' قوم پر اعتماد کیجیے اور ایسے ادارے بنائیے کہ جو ان نزاکتوں کو سامنے رکھ کر معاملات کو ٹھیک کر سکیں۔ جناب والا! میری یہ گزارشات تھیں' آپ کا بہت بہت شکریہ۔

Mr. Chairman: I have no other names. Would the Minister like to conclude it? Just one second.

جی بھنڈر صاحب آپ بولنا چاہتے ہیں؟ جی بولیے۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب والا! پروفیسر خورشید احمد صاحب نے اس مسئلے پر بڑی اچھی اور مفصل گفتگو فرمائی ہے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو کہ public سے بھی related ہے' پریس سے بھی related ہے' پارلیمنٹ سے بھی related ہے اور جتنے بھی طبقات ہیں' ان سارے طبقات کو cover کرتا ہے۔ اس لیے جو بھی legislation اس میں آئے گی' میں کسی بات کو defend نہیں کروں گا کہ یہ جو provision تھی' یہ بہت غلط ہے اور بہت زیادہ oppressive ہے لیکن ایک بات یہ ہے کہ ہم ہمیشہ جو بھی bill بنائیں' ہم جو بھی enactment لائیں' ہمیں اس میں بعض اوقات بہت جلدی ہوتی ہے اور ordinance لے آتے ہیں چنانچہ ہم ordinance کے بعد پھر ordinance لے آتے ہیں۔ کئی ایسے موضوعات ہیں' قصاص و دیت کا bill تھا' جس میں میرا خیال ہے کہ دس دفعہ ordinances جاری ہوئے۔ Ordinancesجاری نہیں ہونے چاہئیں لیکن پرانے زمانے کی روش یہ تھی کہ جب بھی کوئی قانون آتا تھا تو اس قانون پر سیرحاصل بحث ہوتی تھی' اس قانون کو چھ چھ ماہ consideration کے لیے چھوڑ دیا جاتا تھا' اس پر editorial لکھے جاتے تھے' لوگوں کی رائے لی جاتی تھی' اس میں public کے letters چھپتے تھے' اس میں public کا feedback آتا تھا۔ جناب! موجودہ پارلیمنٹ میں تو 6 readings ہوں گی' تین readings وہ کریں گے اور تین readingsہم کریں گے اور پھر وہ enactment آئے گی۔ اس کا مقصد کیا تھا؟ اس کا پس منظر

کیا تھا؟ جناب! اس کا پس منظر یہ تھا کہ جو قانون بھی آئے، وہ عوام کی بہتری کے لیے ہو، اس پر سیر حاصل بحث ہو۔ اس لیے کہ قانون سال کے لیے، دو سال کے لیے، پانچ سال کے لیے نہیں آتے، قانون ہمیشہ کے لیے آتے ہیں اور ہمیشہ قائم رہتے ہیں، ان میں ردوبدل ہوتے رہتے ہیں لیکن قانون بنیادی طور پر جس غرض کے لیے بھی لائے جائیں، وہ ایک مستقل آئین اور قانون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس پر بہت لے دے ہوتی ہے، press کو جن مدات سے اختلاف ہے، اس کے متعلق ان کا feedback ضرور آنا چاہیے اور وہ ترامیم ضرور ہونی چاہئیں۔ بالکل oppressive نہیں ہونا چاہیے اور الحمد للہ آج کل تو پریس اور میڈیا اتنا آزاد ہے کہ جو بات بھی ان کے ذہن میں ہو یا جو بھی قابل تنقید ہو، خواہ وہ صدر مملکت ہو، خواہ وزیر اعظم ہو، خواہ پارلیمنٹ ہو، خواہ ممبران ہوں، وہ حرف تنقید بن جاتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پریس کی آزادی ضرور آئے اور اس پر وہ قدغن نہیں ہونی چاہیے جو کہ پریس نہ چاہتی ہو یا عوام کی یہ رائے ہو کہ یہ قدغن oppressive ہیں یا پریس کی آزادی کو سلب کرتی ہیں۔

جناب! اس پر جو بھی فیصلہ کرنا ہے، سوچ سمجھ کر ہونا چاہیے، میرا یہ خیال ہے کہ وہ ordinance repealing ہمارے پاس نہیں آیا ہے کہ ہم سب یہ سمجھیں کہ یہ repeal ہوا ہے، اگر حکومت کے خیال میں کوئی مسودہ ہے یا کوئی تجویز ہے تو وہ ہمارے سامنے ضرور لایا جائے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں یہ عرض کروں گا کہ بہت سے ordinances جاری ہوئے لیکن یہ ordinances ہمارے ایوان میں تو پیش نہیں ہوئے۔ ہو سکتا ہے کہ حکومت کو ان کا وقت گزارنے کے بعد، ان کو قانون نہ بنانا ہو، بے شک نہ بنائیں لیکن جناب جو بھی یہ ordinances قانون پر رکھنا چاہتے ہیں، ان کو تو لانا چاہیے۔ میں عرض کروں گا کہ آپ کسی ordinance کا سہارا نہ لیں، bill لائیں، سینیٹ کا سیشن چل چکا ہے، نیشنل اسمبلی کا سیشن چل چکا ہے۔ آپ consensus کے ساتھ، ان سے رائے لے کر ایک bill لے کر آئیے، اس bill کا پریس بھی خیر مقدم کرے، جو آئین کے بھی مطابق ہو، جس کا ہاؤس بھی خیر مقدم کرے اور اس کو pass کرے۔ وہ سارا قانون bill کی شکل میں آنا چاہیے اور اس پر سیر حاصل بحث ہونے کے بعد اس کو pass ہونا چاہیے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ 6 readings کے بعد نیشنل اسمبلی اور سینیٹ میں بل پاس ہوں۔ دوسری بات یہ عرض کروں گا کہ اس میں پوری طرح پریس کی

feedback ہو' یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ پریس کی ہر بات مانیں لیکن کم از کم اس میں ان کا نقطہ نظر بھی reflected ہو اور پھر بل یہاں آئے' پھر ہم اس کو دیکھیں اور pass کریں' 6 readings کے بعد pass کریں۔ وہ مسودہ جو ہو گا وہ لوگوں کے لیے' پریس اور عوام کے لیے بھی قابل قبول ہو گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی سواتی صاحب' please مختصر رکھیے گا۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ پروفیسر خورشید صاحب اور بھنڈر صاحب نے مکمل طور پر جناب یوسف رضا گیلانی صاحب کی ترجمانی کی ہے۔ جنہوں نے کل ہی ملتان کے جلسے میں یہ کہا کہ اب پارلیمنٹ کو rubber stamp بنانے کا موقع ختم ہو چکا ہے۔ یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ جو اس وقت کے ایک شخص کی طرف سے ordinances آیا کرتے تھے' اس کا وقت اب ختم ہو چکا ہے' اب یہ سارے ordinances جو کہ خاص طور پر انسانی حقوق اور انسانی آزادی سے متعلق ہوں اور اس قدر اہم ہوں کہ وہ ہماری اساس اور بنیاد سے متعلق ہوں' وہ freedom of expression سے متعلق ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ بل کی صورت میں پارلیمنٹ کے ذریعے آئیں گے' کمیٹیوں کو refer کیے جائیں گے تاکہ عوامی امنگوں کے مطابق وہ بل قانون کا حصہ بن سکیں۔ اب Ordinances کی factories بند ہو جائیں گی جو صدارتی احکامات کے ذریعے چلتی تھیں۔ میں اپنے ان بھائیوں کو ایوان کی اس جانب سے پورے وثوق سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر پارلیمنٹ نے اپنا کردار ادا کرنا ہے' Legislative Assembly نے اپنا کردار ادا کرنا ہے تو پھر بل ہمارے حقوق کا تعین بھی کرے گا' ہماری آزادی کا بھی ضامن ہو گا اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا ہے۔ پروفیسر صاحب نے بہت اہم موضوع PEMRA پر بحث کرنے کے لیے تحریک پیش کی ہے۔ ہماری پختونخواہ ملی عوامی پارٹی نے

اس اہم موضوع صحافت کی آزادی اور آزادی اظہار کے حوالے سے تمام زندگی جد و جہد کی ہے۔ اس میں ہمارے بزرگ ساتھیوں نے جیلیں کاٹی ہیں اور وہ بڑی مشکلات سے گزرے ہیں۔ اسی طرح صحافی دوستوں نے اس کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ جناب! صحافت ملک کا چوتھا pillar ہے۔ جناب والا! میڈیا کے ذرائع کو آمریت کی قوتوں نے جس طرح مشکلات سے دو چار کیا ہے' torture کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کے بعد اب جو پارٹیاں اقتدار میں آئی ہیں وہ میڈیا کی آزادی کی علمبردار پارٹیاں ہیں۔ یہ ہماری بہت بڑی خوش قسمتی ہے۔ اب ہم توقع رکھتے ہیں کہ جیسے ہمارے محترم دوستوں اور بزرگوں نے کہا کہ پہلے جو کئی قسم کے ordinances جاری کیے جاتے تھے ان کا راستہ اب بند کیا جائے گا۔ صحافت کی آزادی کے لیے تمام دنیا میں اصول ہیں۔ اب بہتر یہی ہے کہ اس کے لیے قانون سازی ہو۔ اب پارلیمنٹ میں بات آنی چاہیے اور تمام پہلو زیر بحث آنے چاہئیں تاکہ ہم ایسا قانون بنا سکیں جس کے مطابق ہم اپنی زندگی کو regulate کر سکیں۔ ہماری میڈیا سے expectations ہوتی ہیں اور وہ ایک جائز حد تک ہونی چاہییں۔ میڈیا کی پارٹیوں اور عوام سے جو توقعات وابستہ ہوتی ہیں وہ بھی خاص حدود میں ہونی چاہییں۔ جناب والا! میں اس کی مکمل حمایت کرتا ہوں اور بنیادی طور پر اس لحاظ سے کہ موجودہ وزیر اعظم صاحب نے کہا ہے کہ PEMRA Ordinance ختم کیا جائے گا اور اس کی جگہ پر ایک اصلاحی سسٹم وجود میں لایا جائے گا جس سے ہمارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔بڑی مہربانی۔

جناب چیئرمین، جی ڈاکٹر کوثر فردوس صاحبہ۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس، جناب میں صرف تھوڑی سی بات کرنا چاہتی ہوں کہ شاید ہماری پاکستانی قوم کی یہ بدقسمتی ہے کہ قانون جس مقصد کے لیے بنتا ہے اور جس طرح سے بنتا ہے اس کا legal procedure adopt نہیں کیا جاتا اور جو اس کا مقصد ہوتا ہے اس کو misuse کیا جاتا ہے۔ جناب! یہ ہماری ایک عجیب tragedy ہے کہ قانون کا جو مقصد ہوتا ہے' اس کے پیچھے جو essence ہے اس کو بالکل ختم کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً PEMRA کے لیے کوئی ایک اخلاقی ضابطہ یا کوئی حدود متعین ہوتی ہیں لیکن جناب! اس کو اس طرح استعمال کیا جاتا ہے کہ حکومت جس چیز کو highlight نہیں کرانا چاہتی' اگر وہ میڈیا کی طرف سے

highlight ہو جاتی ہے تو پھر پابندیاں لگ جاتی ہیں۔ اس کا ایک اور دوسرا impact جس سے حکومت کو کوئی اتنا نقصان نہیں پہنچ رہا لیکن عوام اور ملک کو نقصان پہنچتا ہے' ملک کے اقدار کو پہنچتا ہے' تہذیب کو پہنچتا ہے' لیکن ہم ایوانوں میں بیٹھ کر بھی اس پر کوئی بحث نہیں سکتے۔ اسی طرح اس قسم کے Ordinances کو undo کرنے کا بھی عجب رواج ہے کہ جب کوئی دوسرا فرد آتا ہے تو اس کو A to Z undo کر دیتا ہے۔ جناب! میں یہ درخواست کرنا چاہ رہی ہوں کہ جو کچھ بھی کیا جائے افراط و تفریط سے بچتے ہوئے کیا جانا چاہیے' جو اصل مقصد ہے اس کا لحاظ رکھا جانا چاہیے۔ جیسا کہ پہلے ہوا' ایک Ordinance آیا اب اس کو اس بات پر ختم نہیں ہو جانا چاہیے کہ چلیں جی اب آزادی چاہیے' جو بھی اس کی ضروریات ہیں' آزادی کا بھی لحاظ رکھا جائے لیکن ہر معاشرے کی کچھ اقدار ہوتی ہیں' اس کے کچھ بنیادی حقوق ہوتے ہیں' کچھ ضروریات ہوتی ہیں' ان کا لحاظ رکھتے ہوئے دوبارہ ایوان سے جیسے بھنڈر صاحب نے بھی کہا' پروفیسر صاحب نے بھی توجہ دلائی' سیر حاصل بحث کے بعد اس کو ایک قانون کی شکل دی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ پانچ سال کے بعد جو لوگ دوبارہ وہاں جا کر بیٹھیں وہ کہیں کہ جی ہم اسے دوبارہ لاتے ہیں۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! میں آپ کی اجازت سے عرض کروں گا کہ جو motion پیش کی گئی ہے' یہ بڑی اچھی ہے بلکہ میں تو اس حد تک جاؤں گا کہ PEMRA کے قانون کو بھی ختم کیا جائے۔ اس سے بڑھ کر میں عرض کروں گا کہ دنیا میں جہاں بھی democracy ہے وہاں information کا department نہیں ہوتا۔ کوئی information کا وزیر نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں' میں معافی چاہوں گا میری بہن شیری رحمان خفا نہ ہوں' یہاں مرکز میں Information Minister ہے اور سیکرٹری بھی ہے اور صوبوں میں بھی ہوتا ہے۔ مہذب democratic معاشروں میں کبھی بھی میڈیا کو یا کسی کو بھی ہدایات نہیں دی جاتیں اور نہ guideline دی جاتی ہے۔ ملک کے جو عمومی قانون ہیں' جو میرے لیے ہیں وہ میڈیا کے لوگوں کے لیے بھی ہیں۔ اگر میڈیا میں غلط خبر چھپتی ہے یا میرے خلاف کوئی غلط

بات کرتا ہے تو جس طرح میں عدالت میں جاتا ہوں' میڈیا کے خلاف بھی عدالت میں جایا جا سکتا ہے۔ میڈیا کے لیے کوئی خصوصی قوانین نہیں ہونے چاہییں۔ میڈیا کے لیے کوئی information department نہیں ہونا چاہیے' میڈیا کے لیے کوئی Information Ministry نہیں ہونی چاہیے۔ یہ میری رائے ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب چیئرمین! پروفیسر خورشید صاحب نے اس پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے اور بھنڈر صاحب نے بھی اپنی بہت اچھی تجاویز دی ہیں کہ ہر قسم کی بحث ہاؤس میں لائی جائے۔ جناب! ہوتا یہ ہے کہ ایک Ordinance آیا' پھر اس کو ختم کر دیا۔ بہت اچھی بات ہے۔ اس کے بعد دوسرا Ordinance آیا اس نے اسے بحال کر دیا۔ ہم بھی میڈیا کی آزادی کے قائل ہیں مگر ابھی تک میرے خیال میں ہمیں آزادی کا مفہوم سمجھ میں نہیں آ سکا۔ ہمیں جب بھی کسی چیز کی آزادی ملتی ہے تو ہم اس criterion سے اتنے باہر چلے جاتے ہیں کہ ہمیں پھر پیچھے آنا پڑتا ہے۔ آزادی صحافت ضرور ہونی چاہیے مگر اس کے لیے بھی ایک دائرہ کار ہونا چاہیے' اسے بھی کسی قانون سے بالاتر نہیں ہونا چاہیے۔ اس پر بھی rules and regulations کا اطلاق ہونا چاہیے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ print media یا electronic media جو بھی پارٹی آتی ہے اس کے گن گائے خاص طور پر اگر آج پی ٹی وی کو دیکھیں تو جتنے بھی حکومتی کارندے یا حکومتی members آئے ہیں اس نے تمام کو focus کیا ہوا ہے۔ ساری بحث میں وہی شریک ہیں اور وہ اپنا نقطہ نظر بیان کر رہے ہیں۔ اگر میڈیا آزاد ہے تو آپ دونوں طرف سے لوگوں کی بات سنیں' دونوں طرف کے لوگ بلائیں۔ میرا خیال ہے میڈیا نے ایک criteria بنا لیا ہے کہ دو سیاستدان بلاؤ اور ان کی باتوں سے ان کو آپس میں لڑا دو۔ میرے خیال میں یہ بھی میڈیا کا کردار نہیں ہونا چاہیے۔ میڈیا کو بالکل neutral رہنا چاہیے' ان کو فیصلے نہیں کرنا چاہییں' لوگوں کو neutral رہ کر دکھانا چاہیے کہ کیا کچھ میڈیا میں ہونا چاہیے تھا یا کیا کچھ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ آپ دیکھیں پچھلے چھ ماہ سے' میں چاہتی ہوں کہ آزادی صحافت ہونی چاہیے' کیا کوئی ایسی بحث ہوئی ہے جس میں غریب' نادار لوگوں کے لیے کوئی ایسی ریسرچ آپ

نے پیش کی ہو یا آپ نے کوئی دینی یا دنیاوی تعلیم دی ہو یا کوئی ایسی بحث کی گئی ہو، جیسے آپ لوگوں کو on call لیتے ہیں، ایسے لوگوں کی call لی ہو صرف اور صرف مقصد یہی نہیں ہے کہ ہم قوم کو ایک مقصد کے، ایک ایشو کے پیچھے لگا دیں اور تمام ایشوز کو چھوڑ دیں۔ جناب! میڈیا کا کردار بھی positive ہونا چاہیے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو بھی اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ آزادی صحافت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میڈیا دن رات صرف لوگوں کی لڑائیاں دکھائے یا دن رات سیاستدانوں کی لڑائی دکھائے۔ میڈیا کا یہ بھی کردار ہے کہ وہ لوگوں کو ایک positive message دے، جو پارٹی برسراقتدار آتی ہے اس سے politicise نہ ہو اور میڈیا neutral ہو کر اپنے فیصلے کرے۔ میڈیا کے لیے بھی قانون ہونا چاہیے، وہ قانون اس پارلیمنٹ سے پاس ہونا چاہیے، وہ Bill کی شکل میں آنا چاہیے اور ان دونوں ایوانوں سے pass ہو کر پھر میڈیا کے لیے قانون بنے اور اس پر عملدرآمد ہو۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، نعیم چٹھہ صاحب۔

سینیٹر محمد نعیم حسین چٹھہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بھی اظہار خیال کا موقع دیا۔ پیمرا کے قانون پر بڑی سیر حاصل بحث ہو رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں مقننہ، انتظامیہ، عدلیہ اور میڈیا یقیناً ایک state کے بہت اہم ستون ہیں لیکن ان کی اسی طرح ذمہ داریاں بھی ہیں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میڈیا ایک بڑا اہم ستون ہے۔ اس نے قومی رائے کو اور قوم کے مستقبل کو اور قوم کے mind کو set کرنا ہوتا ہے۔ اس کی ذمہ داریاں میرے خیال میں دوسرے ستونوں سے خاصی اہم ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سید یوسف رضا گیلانی صاحب کا یہ اعلان کہ ان کو آزادی دینا اور جو قدغن لگی تھی وہ withdraw کرلی یقیناً خوش آئند اور قابل قدر ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح یہ میڈیا والا ستون اہم ہے، بڑا sensitive ہے، بڑا ضروری ہے for the nation building تو اس لیے ان کو آزادی دی جانی چاہیے۔ ان پر کوئی قدغن نہیں ہونی چاہیے لیکن انہیں خود بخود اپنے دائرہ کار کے اندر کچھ ضابطہ اخلاق وضع کرنے چاہییں جس سے کسی سیاستدان کی یا کسی قوم کے فرد کی یا کسی ادارے کی تضحیک نہیں ہونی چاہیے، جیسا کہ

آج کل خاص طور پر الیکٹرانک میڈیا پر ہو رہا ہے' پرنٹ میڈیا میں بھی کچھ ہوتا ہے لیکن الیکٹرانک میڈیا اس میں اپنا زیادہ کردار ادا کر رہا ہے جو اکثر قابل اعتراض ہوتا ہے۔

فحاشی اور عریانی کے بارے میں تو میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی نقطہ نظر سے اور قومی نقطہ نظر سے بھی ان کو تھوڑا سا محتاط رہنا چاہیے لیکن یہ سیاست کے لحاظ سے جو کرتے ہیں' آج کل بڑا ایک پروگرام چل رہا ہے "ہم سب امید سے ہیں" اس میں' میں سمجھتا ہوں سیاستدانوں کی اور بہت ساری دوسری شخصیات کی تضحیک ہوتی ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ ان کے پاس ایک اچھا موقع ہوتا ہے' ان کے پاس ایک فورم ہے کہ جو جی چاہے یہ کرتے ہیں اور کراتے ہیں لیکن ان کے اندر کوئی قدغن حکومت کی طرف سے نہیں ہونی چاہیے لیکن ان ہی کے سینیئر بندوں کی ایک کمیٹی بنا کر ایک ایسا ضابطہ اخلاق دیا جائے کہ وہ دوسروں کو بھی انسان سمجھتے ہوئے ان کی بھی عزت کریں۔ قوم کو جو پیغام دے رہے ہیں اس میں حب الوطنی ' قوم کی مضبوطی اور اس کے کردار سازی کی جھلک آنی چاہیے۔

بصد احترام آپ کی وساطت سے میں عرض کروں گا کہ میں میڈیا کی آزادی کا بڑا قائل ہوں لیکن ہر آزادی کسی نہ کسی قدغن ' کسی نہ کسی پابندی ' کسی نہ کسی مجبوری ' کسی نہ کسی حد کے اندر ہوتی ہے۔ ہر بندے کو آزادی ہے کہ وہ جو کچھ کرنا چاہے کرسکتا ہے لیکن یہ درست ہے کہ وہ کسی کو تھپڑ نہیں مار سکتا حالانکہ اس لحاظ سے technically دیکھیں تو وہ آزادی ہے لیکن جس کو تھپڑ مارتا ہے اس کے بھی تو حقوق ہیں' اس کی بھی تو آزادی ہے' اس کا تحفظ کس نے کرنا ہے؟ میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ اگر کسی شریک محفل سے کوئی اس کی تضحیک کرے یا کسی ادارے کو تضحیک کا نشانہ بنایا جائے یا اس کو provoke کیا جائے یا جس طرح آج کل یہ سیاستدانوں کو اکٹھا کرتے ہیں' ایک بندہ سوال کرتا ہے وہ اگر جواب دیتے ہیں فوراً ہی دوسرے کو confront کرا دیتے ہیں۔ کئی دفعہ میں نے دیکھا ہے کہ کمپیئر ' چونکہ وہ بہتر پوزیشن میں ہوتا ہے' وہ اپنی سوچ اور اپنے نظریہ کو اگلے کے منہ میں ڈال کر وہ چیز اگلوانا چاہتا ہے ' بضد ہوتے ہیں حالانکہ ہوسکتا ہے کہ اس کی سوچ کے ساتھ شریک محفل agree نہ کرتا ہو۔ کئی دفعہ میں نے دیکھا ہے کہ اپنی پوزیشن سے ناجائز فائدہ لیتے ہوئے کوئی ایسا فقرہ جو وہ سیاق و سباق کے ساتھ کہتا ہے لیکن یہ سیاق و سباق کو ہٹا کر اسے

اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرتے ہیں Sir, that is a misuse of the freedom میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان ہی کے seniors کی ایک کمیٹی بنا کر ایسا کردیا جائے جس کے ساتھ ساتھ یہ ساری شائستگی، تدبر، دیانتداری، غیر جانبداری اور اس آزادی کو نہایت خوش اسلوبی سے استعمال کریں تو یہ یقیناً قوم کو بہتر built کرنے کے لیے، اس کی کردار سازی کے لیے، اس کو ایک بہتر منزل دینے کے لیے، ایک destination دینے کے لیے یہ بہت اچھا اور مفید کام کرسکتے ہیں۔ اس کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ قومی وقار کو اور اپنی پسند کو پس پشت ڈال کر غیر جانبداری اور انصاف اور fairness کے ساتھ اگر آگے بڑھیں تو یہ یقیناً زیادہ کار آمد اور زیادہ مفید ہوسکتا ہے اور ملک کی بہتری کے لیے ایک اچھی طرف نشاندہی کرسکتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کی آزادی ہونی چاہیے لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ ضابطہ اخلاق اس میں حائل رہنا چاہیے جیسا کہ میں نے دیکھا ہے کہ انڈیا میں بھی آزادی ہے، وہ بھی جمہوری ہیں لیکن وہ اپنے اندر جو بھی اختلاف ہوتا ہے میرا خیال ہے کہ وہاں سے کوئی بھی انڈیا کے متعلق یا انڈیا کے مستقبل یا انڈیا کے اخلاق کے مطابق نہیں ہوتا ہمیشہ آخر میں میڈیا ایک اتنا اچھا سبق دے جاتا ہے جو کہ یقیناً قابل قدر اور قابل تحسین ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہمارا میڈیا کوشش کرے، چند ایک ہیں، اکثریت ایسا نہیں کرتی، چند ایک بندے ایسے ہیں جو تھوڑی سی کسی کی تضحیک کرنے یا پگڑی اچھالنے میں کچھ خوشی محسوس کرتے ہیں۔ وہ یقیناً ہم سامعین کو تھوڑی سی ناپسند ہوتی ہے this should be avoided. اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ اپنے role کو قوم کی بہتری کے لیے اور ملک کے بہتر مستقبل کے لیے استعمال کریں تو یقیناً ایک بہت مفید اور کار آمد فریضہ ادا کرسکتے ہیں۔ جناب والا! میں اسی کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔

جناب چیئرمین، سینیٹر محمد حسین صاحب۔

سینیٹر سید محمد حسین، شکریہ جناب چیئرمین! (عربی) یقیناً ہمارے ملک میں میڈیا کا ایک اہم کردار ہے۔ میں ان کے کردار کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں لیکن میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا کہ یہ قانون سے بالا تر ہو، اس کے لیے کوئی قانون نہ ہو۔ ہر ایک چیز کے لیے قانون ہونا چاہیے۔ قانون سے کوئی بھی بالاتر نہیں ہوناچاہیئے۔ میں ایک بات کی وضاحت کرنا

چاہتا ہوں۔ گزشتہ دنوں اسی کمیٹی میں بھی میں نے اس بات کی وضاحت کی تھی اور نشاندہی کی تھی کہ ایک چینل پر ایک پروگرام نشر کیا جا رہا تھا جس میں برقعے کےبارے میں عجیب انداز میں نفرت پھیلائی جا رہی تھی۔ اس پروگرام میں چینل والے یہ دکھا رہے تھے کہ برقعے میں یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ ایک عورت سے پوچھتا ہے کہ آپ برقعہ کیوں پہنتی ہو تو اس نے کہا کہ یہ خدا کو پسند ہے' خدا پردے کو پسند کرتے ہیں اس لیے میں برقعہ پہنتی ہوں۔ اس کے بعد تین' چار' پانچ ایسی جگہوں کی نشاندہی کی کہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس میں دکھایا جارہا تھا کہ دیکھو یہ عورت برقعہ تو پہنتی ہے لیکن برقعے سے کیا فائدہ اٹھاتی ہے۔ اوپر برقعہ ہے نیچے اس کی پتلون ہے' پینٹ ہے۔ دوسری بات' یہ ایک لڑکی بیٹھی ہوئی ہے۔ یہ اپنے دوست سے بات کرتی ہے' یہ اس کا شوہر نہیں ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ ان کو کیا پتا ہے کہ یہ اس کا دوست ہے۔ پھر دکھا رہے ہیں کہ دیکھو یہ تیسری لڑکی دریا کے کنارے بیٹھی ہوئی ہے' دوست سے بات کررہی ہے اور برقعے سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ پھر دکھا رہے ہیں کہ ایک لڑکی کے پیچھے کیمرہ لگایا ہوا ہے۔ وہ لڑکی جارہی ہے' گاڑی میں سوار ہوگئی۔ پھر ایک کمرے میں چلی گئی' اس کے ہاتھ میں پیسے ہیں۔ اس سے یہ ٹی وی والا پوچھ رہا ہے کہ آپ کے ہاتھ میں پیسے کس چیز کے ہیں۔ آپ اس کمرے میں کیوں آئی ہو تو اس نے بتایا کہ پیسے میں فلاں چیز کے عوض' فحاشی کے عوض لے رہی ہوں' مجبوری ہے۔ پھر پوچھتا ہے کہ برقعہ کیوں پہنا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ برقعہ اس لیے پہنتی ہوں کہ مجھے بھائی اور والد وغیرہ نہ پہچان سکیں۔

میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان ٹی وی والوں کو کیا پتا تھا کہ لڑکی کہاں جارہی ہے اور اس کے ہاتھ میں پیسے بھی ہیں۔ میرے کہنے کا مقصد ہے کہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت شعائر اسلام کی تذلیل ہورہی ہے۔ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت برقعے کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کی جارہی ہے۔ ایسے پروگراموں کے خلاف نوٹس لیا جائے۔ میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ ہم تو مظاہرے کرتے ہیں کہ ڈنمارک میں اسلام کی توہین ہوئی' فلاں چیز کی توہین ہوئی' سیاسی مظاہرے کررہے ہیں لیکن ہمارے ملک میں کیا ہورہاہے۔ کم از کم مسلمانوں کے چینل اور کفرستان کے چینل میں تو فرق ہونا چاہیے۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین! اس وقت PEMRA کی overall performance پر بات ہو رہی ہے۔ میں دو حوالوں سے اپنی گزارشات عرض کرنا چاہوں گا۔

PEMRA پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی کا نام ہے، مخفف ہے۔ پہلا حوالہ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس وقت regulatory authorities کے ذریعے سے جو کاروبار مملکت چلایا جارہا ہے، اس سے عوام کو انتہائی مشکلات کا سامنا ہے۔ PEMRA بھی اسی کا حصہ ہے۔ OGRA کے بارے میں میرے فاضل دوست ظہیر الدین بابر اعوان کی ایک قرارداد بھی Private Members' agenda پر موجود ہے جو اس کو ختم کرانے کے حق میں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے بھی عوام تنگ ہیں۔ NEPRA بھی اسی طرح کی ایک اور regulatory authority ہے۔

مملکت کا کاروبار چلانے کے لیے اس طرح کی regulatory authorities کو استعمال کرکے عوام کو مشکلات سے دوچار کیا جارہا ہے۔ اس لیے میں آپ کی وساطت سے حکومت کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ان ساری regulatory authorities کو ختم کیا جائے۔ مملکت کے ادارے موجود ہیں، ان اداروں کے ذریعے سے ہی مملکت کا کاروبار چلایا جائے۔

جناب چیئرمین! محترم چوہدری محمد انور بھنڈر صاحب نے اس کا ذکر کیا، پروفیسر خورشید صاحب نے بھی ذکر کیا، میں بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ ordinances کے ذریعے سے legislation کا کام ہو تو پارلیمنٹ بے وقعت ہوکر رہ جاتی ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ PEMRA کا یہ قانون بھی اور ہمارے یہ Information سے متعلق ادارے ان کو ordinances کے ذریعے control کرنے کی بجائے ان سے متعلق proper legislation ہو۔

میں آپ کی خدمت میں ایک رپورٹ کے دو چھوٹے paragraphs پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں جس میں سینیٹ کی پانچ سال کی کارروائی پر بات ہوئی ہے اور اس میں ordinances کا نکتہ بہت اہم ہے۔

"In five years, Senate was able to pass only 34 bills which means

that its average performance in terms of law making was less than 7 bills per year. It passed two bills in the first year, 14 in the second year, 10 in the third year, 7 in the fourth year and only 1 in the fifth year. Most Senators did not take any significant initiative in terms of law making as only 31 Private Member Bills were introduced during these five years. Furthermore, in most cases Senate was failed to ensure any stakeholder's participation or feedback in the process of preparing their Private Member Bills."

اس میں دوسرا پیرا گراف ہے

"Poor performance of the Senate in terms of law making was largely because of the attitude of the executive which extensively relied on ordinances and discouraged initiatives in the form of Private Member Bills. It is evident from the fact that the executive laid 130 ordinances in the Senate during these five years, most of which were repeatedly reissued as these could not be effectively taken up for rejection or enactment with or without amendments. In the same period, the Senate passed only 2 out of 31 Private Member Bills which had been introduced in the House. One example of the repeated reissuance of ordinances is the Police Order Amendment Ordinance 2004."

جناب چیئرمین! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ماضی کے اس رویے کو ترک کیا جائے، ordinances کے ذریعے سے legislation نہ ہو بلکہ پارلیمنٹ کو legislation کے لیے استعمال کیا جائے۔

جناب چیئرمین! آخری بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں الیکٹرانک میڈیا اور میڈیا کے حوالے سے جس کو fourth pillar of the state کہا جاتا ہے۔ Executive, Legislature,

Judiciary یہ تو معروف organs ہیں' pillars ہیں state کے لیکن اس دور میں میڈیا کو fourth pillar of the state کہا جاتا ہے اور یہ بہت پرانا مقولہ ہے کہ nation and press rise and fall together. گزشتہ پانچ سالہ دور میں میڈیا کو control کرنے کی کوشش کی گئی اورموجودہ حکومت یہ دعوے کررہی ہے کہ ہم ان تمام قوانین کو ختم کرنا چاہتے ہیں جو میڈیا پر curb لگاتے ہیں اور میڈیا کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ جناب چیئرمین! ہم ان کے اس بیان کو تو خوش آئند سمجھتے ہیں' بہت اچھی بات ہوگی اگر یہ پابندیاں ہٹا دی گئیں' لیکن جس طرح میرے دوسرے دوستوں نے یہ بات کی ہے کہ آزادی مادر پدر آزاد بھی نہیں ملنی چاہیے۔

ہم ایک جمہوری ریاست ہیں لیکن ہمارا ایک آئین ہے' اس آئین کے اندر اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ اسلام state religion ہوگا اور اس میں Principles of Policy میں اس بات کو طے کیا گیا ہے کہ پاکستان کے شہریوں کو' یہ State کی ذمہ داری ہوئی' اس اہل بنایا جائے کہ وہ اسلام کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں۔ اس لیے میڈیا کی آزادی کو بھی اس کا پابند ہونا چاہیے کہ وہ اسلامی حدود کے اندر ہوں اور اس ملک کی جو روایات ہیں' ان روایات کو وہ نہ چھیڑیں' اس کے مطابق وہ کام کریں لیکن حکومت کا یہ بنیادی کام ہوتا ہے۔ ساٹھ سال میں ہرحکومت نے یہ کام کیا ہے کہ میڈیا پر پابندی اگر لگائی ہے تو اس حوالے سے لگائی ہے کہ میڈیا میں حکومت کے خلاف کوئی بات نہ ہو' اسلام کے خلاف' اخلاق کے خلاف بات ہو تو اس پر پابندی نہیں ہوتی لیکن حکومت کے خلاف کوئی بات آتی ہے تو اس پر پابندی لگائی جاتی ہے۔ اس رویے کو ترک کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس ملک کے اندر جن اصولوں کو ہم نے اپنے آئین کے اندر تسلیم کیا ہے' میڈیا کو اس کا پابند ہونا چاہیے اور اس پابندی کے لیے ان کے اپنے ضابطہ اخلاق بھی موجود ہیں' اس پر مزید بھی بات ہوسکتی ہے لیکن حکومت اپنے اوپر تنقید کو برداشت کرے۔ اسلام کے خلاف کسی بھی اقدام کو برداشت نہ کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقے سے ہمارا میڈیا اس ملک اور قوم کی بہتری کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ اس وقت PEMRA کے ذریعے سے میڈیا کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی گئی ہے' یہ بہت ہی غلط بات ہے۔ میں آپ کی وساطت سے ایک بار پھر حکومت کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا کہ صرف PEMRA ہی نہیں بلکہ دوسری regulatory authorities بالخصوص Oil & Gas

Regulatory Authority جو ہر پندرہ دن کے بعد پٹرول اور ڈیزل کی قیمتوں میں اضافے کا اعلان کرتی ہے، اس کو بھی ختم کیا جائے۔ حکومت عدل اور انصاف کے نظام کو اپنائے۔ بہت بہت شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔

جناب چیئرمین، جناب عبدالخالق پیرزادہ صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب بہت شکریہ آپ نے موقع دیا۔ سب نے آپ کو مبارکباد دی، ہم نے نہیں دی۔ ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ آپ کے دور اقتدار میں پاکستان کی تاریخ کے سب سے شفاف انتخابات منعقد ہوئے۔ دنیا کی تمام اقوام نے ان کی تعریف کی۔ اس بات کو کیوں highlight نہیں کیا گیا۔ بہرکیف ہم اپنی داڑھی سمیت اس کو highlight کرنا واجب سمجھتے ہیں۔ ہمارے جو Leader of the House جو اس وقت موجود نہیں ہیں ہم انہیں ان کی غیر موجودگی میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ تمام نئے آنے والے وزراء صاحبان کو بھی ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ Leader of the Opposition جناب کامل علی آغا صاحب سمیت سب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ جناب چیئرمین! بڑی اہم بات ہو رہی ہے۔ اس کے لئے پانچ دس دن چاہییں تھے۔ یہ جو صحافت ہے اس کو ابلاغ عامہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا اصل فصیحانہ نام ابلاغ عامہ ہے۔ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے، بلکہ خداوند قدوس نے اپنی ذات کو تمام کائناتوں سے متعارف کرانے کے لئے اس کو ایک ذریعہ کے طور پر استعمال کیا ہے اور ابلاغ عامہ کے لئے ہی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور رسول، اللہ تعالیٰ نے بھیجے، اور پھر اس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ ڈیوٹی لگائی اور بہت عجیب قسم کا قانون نازل فرمایا کہ یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک، وان لم تفصل فما بلغت رسالتک، ترجمہ: اے رسول جو تمہارے اوپر ہم اپنے احکامات نازل کرتے ہیں ان کو لوگوں تک پہنچاؤ۔ اگر تم نے یہ کام نہ کیا ہمارے اصولوں کو پہنچانے کا اور لوگوں کے دماغوں کو، ان کی تکوین فکری کو صحیح بنانے کا، تو پھر تم نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ آج مولوی صاحب کی زبان تو کٹ گئی، مولوی تو بے چارہ مولوی نہیں رہا اس لئے کہ چھوٹے چھوٹے میرے جیسے مولوی منبر پر چڑھے ہوئے ہیں اور پتا نہیں لوگوں سے

کس کس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ اس لئے لوگ مولویوں سے 95% تنفر ہو گئے ہیں۔ میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔ اس لئے کہ کوئی دنیا کا عالم ایسا نہیں ہے کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح پیغام منبر پر کھڑے ہو کر پہنچائے اور دنیا اس کی عزت اور احترام نہ کرے لیکن یہ امام ابو حنیفہ کی ڈیوٹی ہمارے اخباروں، ٹی وی اور ریڈیو کو مل گئی ہے۔ ایک ایسا طوفان کائنات میں بپا ہے، جیسے Charles De Gaulle نے جب ٹی وی بن رہا تھا تو اس نے کہا تھا کہ یہ جو پیپلا بن رہا ہے یہ مجھے دے دو، میں تمام فرانسیسیوں کو خدا کا منکر بنا دوں گا۔ یہ اتنا بڑا جادو، یہ اتنی بڑی مشینری، یہ اتنا بڑا department یہ اتنا بڑا شعبہ، قوموں کو درست کرنے کے لئے بھی یہ ایک بہت بڑا وسیلہ ہے اور قوموں کو بگاڑنے کے لئے بھی یہ ایک بہت بڑا وسیلہ ہے۔ جیسے ایٹم بم بیک وقت دنیا کو بنانے میں استعمال ہوتا ہے، جو کہ ہمارے ہاں استعمال نہیں ہو رہا۔ بجلی ایٹمی ٹیکنالوجی سے پیدا نہیں ہو رہی ہے۔ پتا نہیں کیوں نہیں ہو رہی ہے، میں کوئی سائنسدان نہیں ہوں میں تو مولوی آدمی ہوں تو پتا نہیں یہ کیوں پیدا نہیں ہو رہی ہے۔ ایسے ہی ایٹمی ٹیکنالوجی بیک وقت تعمیر کا کام دیتی ہے اور اسی وقت تخریب کا کام دیتی ہے، محترمہ شیری صاحبہ آپ میری بڑی پیاری بہن ہیں۔ آپ کا ابلاغ عامہ کا شعبہ بہت زیادہ تعمیری کام کرتا ہے۔ ایک مہینے کے لئے اگر آپ مسلمان عورت ہو کر اور ایک مفکر عورت ہو کر اس وزارت کو سنبھال لیں تو پورے پاکستان کا جتنا بھی معاشرہ ہے اور جتنی بھی جماعتیں ہیں یہ سب صحیح ہو جائیں گی لیکن پیغام پہنچانے کا ایک طریقہ ہونا چاہیے، اور وہ طریقہ خدا سے لیا جا سکتا ہے، انبیاء سے لیا جا سکتا ہے، وہ قوم کے رہنماؤں سے لیا جا سکتا ہے، وہ قوم کے دانشوروں سے لیا جا سکتا ہے۔ وہ بھانڈ، میراثی اور نٹنیوں سے نہیں لیا جاتا۔ اگر ان کے مطابق آپ نے قوم کی تربیت کرنی ہے تو پھر یہ تمام کی تمام قوم بھانڈ اور میراثی بن جائے گی۔ نہ یہ ملک چلا سکے گی، نہ یہ آٹے کی قلت کو ختم کر سکے گی، نہ چینی کی قیمت کم کر سکے گی، نہ پھر اس دنیا میں بجلی کی روشنی ہو گی اور دماغ، ذہن اور دل کی روشنی بھی نہیں ہو گی۔ آج بہت دنوں کے بعد میں بول رہا ہوں۔ آج مجھے بیٹھنے کے لئے مت کہیے گا۔

جناب چیئرمین، وقت کا خیال رکھیں، میں بیٹھنے کو نہیں کہہ رہا۔ آپ کے دوسرے

ساتھی بھی بولنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ، جناب میں نے پچھلے چھ ماہ سے وقت کا بہت خیال رکھا ہے۔ جناب چیئرمین! یہ عوام کی نئی حکومت آئی ہے۔ مجھے یہ لوگ بہت پسند ہیں۔ ان سے ہماری بڑی تاریخ وابستہ ہے، مولانا عبدالقادر آزاد بادشاہی مسجد میں 38 سال خطیب رہے۔ پیپلز پارٹی کا ان سے بہت زبردست تعلق رہا۔ اس وقت میں بھی زمانہ جاہلیت میں لاہور میں رہتا تھا اور ہم حکومت کے ساتھ تھے۔ ہمارا ان کے ساتھ بڑا ساتھ تھا۔ میں ایک بڑے خطرناک ترین مسئلے کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ابھی سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس صاحبہ کی طرف سے Bill پیش کیا گیا' اس میں ہمارے میاں رضا ربانی صاحب جو کہ نہایت محترم انسان ہیں' انہوں نے کہا کہ ہماری پارٹی عورت کے حقوق دلانے والی پارٹی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ میاں رضا ربانی صاحب ہماری پارٹی MQM بھی عورت کے لئے سب سے زیادہ کام کرتی ہے۔ عورتوں کو ان کے حقوق دلانا چاہتی ہے۔ عورتوں کو سب سے پہلے اس قوم میں ایک درجہ اور ایک مقام دینا چاہتی ہے، لیکن محترمہ کوثر فردوس صاحبہ نے یہ نہیں لکھا تھا کہ عورتوں کو T.V. پر لانا بند کردو، کیونکہ عورتوں کو بند کرو تو ان کا سینیٹ میں آنا بند کر دیا جاتا۔ بات یہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ جنسی خیالات کو ابھارنا اور عورت کی عدم تکریم اور عورت کو نازیبا لباس میں پیش کرنا یا عورت کو گندے انداز میں پیش کرنا' اس کو تمام جماعتیں توہین عورت سمجھتی ہیں کیونکہ عورت ایک ماں ہے' عورت ایک بہن ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ خطرناک مسئلہ آج میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پچھلے سال میں نے یہ مسئلہ پیش کیا تھا' پتا نہیں وہ کس کا لقمہ اجل بن گیا۔ ہماری وہ بات آ نہ سکی۔ یہ میڈیا والے ہمارے بھائی ہیں ہم ان سے کہتے ہیں کہ اس وقت امام اعظم ابو حنیفہ کی ڈیوٹی آپ کے پاس ہے۔ امام یوسف کی ڈیوٹی آپ کے پاس ہے' تمام آئمہ کی ڈیوٹی ان کے پاس ہے۔ خداوند قدوس کی جنت اور دوزخ دونوں ان کا انتظار کر رہی ہیں۔ اس لئے کہ ابلاغ عامہ' نبیوں کا وظیفہ اور نبیوں کی ڈیوٹی ان کے پاس ہے۔ اگر اس کو امانت سے نہیں پیش کریں گے تو اس دنیا میں پکڑے جائیں گے' آخرت میں بھی پکڑے جائیں گے اور یہ اگر امانت سے پیش کریں گے تو ان کی آخرت انبیاء، صدیقین' صالحین

کے ساتھ ہو گی۔ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔

اب میں اس خطرناک نکتے کی طرف آنا چاہتا ہوں جو کہ بہت دنوں سے میرے دماغ کی شریانوں میں لاوے کی طرح ابل رہا ہے۔ شاید کچھ دوستوں کو پتا ہے، شاید کچھ دوستوں کو معلوم نہیں ہے، شعوری طور پر یا لاشعوری طور پر ایک بہت بڑا فتنہ میڈیا کی طرف سے پیش کیا جا رہا ہے اور وہ ہے حقائق کے خلاف پروگرام پیش کرنا۔ ہم رواداری کے ماننے والے لوگ ہیں۔ MQM ہو، پیپلز پارٹی ہو، وہاں سے لے کر Q League or PML N ہو یا جمعیت علماء اسلام ہو، جو بھی جماعت ہو، ہر جماعت کے منشور میں یہ ہے کہ رواداری ہی اس ملک کو بچا سکتی ہے اور رواداری میں سب سے پہلے یہ بات ہے کہ کسی کے مذہب کے خلاف کوئی بات نہیں کرنی چاہیے۔ جناب چیئرمین! شاید ہم نام لینے پر مجبور ہیں، نہ جانے کس شخص نے جاوید غامدی جیسے آدمی کو اتنا وقت ٹی وی پر دیا ہے جو تمام فقہ اور مذاہب کے خلاف بولتا ہے۔

جناب چیئرمین، جو یہاں ایوان میں موجود نہ ہو اس کا نام نہ لیا جائے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ، شاید وہ ہم کو برباد کر رہے ہیں۔ ان کا نام آپ حذف کریں۔ یا لکھیں فقہ حنفی ہو، شافعی ہو، مالکی ہو، جعفری ہو، تمام فقہاء کے، تمام فقہوں کے تمام اسلامی قوانین کے خلاف وہ اپنے ہر پروگرام میں زہر اگلتا ہے۔ کسی پروگرام میں علم غیب کا مسئلہ پیش ہوتا ہے۔ بھلا یہ عوام الناس کے سامنے پیش کرنے والے مسئلے ہیں۔ جس پر لاکھوں قتل ہو چکے ہوں کہ تم علم غیب مانتے ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں یا بشر۔ یہ مسئلہ علماء کا ہے میڈیا کا نہیں ہے۔ یہ مسئلہ میڈیا میں نہیں آنا چاہیے۔ ایسے مسئلوں کے بارے میں قانون اور دستور میں لکھا ہوا ہے۔ ابھی آپ کے سامنے ہمارے لیڈر نے یہ پڑھا تھا کہ کسی کے مذہب کو، عقیدے کو، کسی کے فقہ کے اوپر اگر کوئی حملہ ہوتا ہے تو پاکستان کے قانون اور دستور میں یہ موجود ہے کہ کوئی ایسا کسی قسم کا مواد نہیں پیش کیا جائے گا جس سے کسی کو مذہبی طور پر یا عقیدے کے طور پر تکلیف پہنچے۔ لہذا یہ مسائل پیش کئے جاتے ہیں۔ کل کو اگر کوئی شیعہ سنیوں کے خلاف مسائل پیش کرتا ہے۔ سنی شروع کرتے ہیں شیعوں کے خلاف، بریلوی شروع کرتے ہیں دیوبندیوں کے خلاف،

دیوبندی شروع کرتے ہیں اہلحدیثوں کے خلاف مسائل ، رفع یدین کے اوپر وہ آپ کے ابلاغ عامہ اور ٹی وی میں مشورے آنے لگے تو ہم برباد ہو جائیں گے۔ اتنے قتل ہوں گے کہ ہم روک نہیں سکیں گے ۔ اس لئے کہ عقیدہ سب سے بڑی احترام کی چیز ہوتی ہے ۔اس لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ایسے عناصر کو کبھی سکرین پر مت لائیں جو دوسروں کے عقائد کے خلاف بات کرتے ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کیا کہا جاتا ہے ؟ کہا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک یوں تھا۔ امام شافعی یوں کہتے ہیں۔ بعض علماء یوں کہتے ہیں لیکن میں یوں کہتا ہوں کہ یہ یوں نہیں ہے۔ وہ ہمارے عقائد کو برباد کر رہا ہے۔ اس آدمی کو ٹیلی وژن پر لانے سے روکیں ورنہ ہم اس کے خلاف تحریک شروع کریں گے۔ بڑی مہربانی ۔

جناب چیئرمین، ڈاکٹر خالد رانجھا صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا، بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ جناب چیئرمین ! پروفیسر صاحب اور ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے بعد کچھ ماحول الجھ گیا ہے اور کچھ diversions ہوگئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ مسئلہ خالصتاً قانونی ہے اور اس پر قانون کے تناظر میں ہی بات کی جائے ۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جو کوئی حکومت ہو وہ عدالت سے خوش نہیں ہے۔ ہمیشہ ایگزیکٹو عدالت سے ناخوش ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر حکومت میڈیا سے ناخوش ہوتی ہے اور اس ناخوشی کا اظہار مختلف قوانین کے پاس کرنے سے کیا جاتا ہے ۔ ہمارے ہاں censorship laws ہیں۔ ہم preach تو آزادی صحافت کی کرتے ہیں ، ساتھ Press and Publication Ordinance بھی نافذ کرتے رہے ہیں۔ ہم اخباروں کے ڈیکلریشن بند کرتے رہے ہیں۔ ہم کسی بندے کو بند کرتے ہیں under detention laws وجہ ہو نہ ہو ، ایسے laws بنائے جاتے ہیں جن کو abuse کیا جاتا ہے ۔ پیمرا بھی اس قسم کا ایک law ہے۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ why do you check to it? یہ laws کیونکر اس ملک میں نافذ نہیں ہو سکے ، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بھی آپ کسی آدمی کو licence دیتے ہیں کہ تمہیں مائیک دے دیا تو پھر آپ اس کا تدارک نہیں کرتے کہ وہ کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔ جناب ! جن ملکوں میں یہ PEMRA laws نہیں ہیں وہاں کام ٹھیک چل رہا ہے۔ اس لئے چل رہا ہے کہ defamation

وہاں بہت strong ہیں۔ جو قانون توہین عزت کا ہے جب تک آپ اسے مضبوط نہیں laws
کریں گے آپ کبھی بھی بذریعہ ایسے قوانین، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے کہ یہ قانون بن رہا ہے
بذریعہ پارلیمان ، یا بذریعہ آرڈیننس ، جب یہ پارلیمان بھی اسی آرڈیننس پر مہر لگا دیتی ہے issue
is that are we alive to the fact کہ اس کا حل کیا ہے؟ میں بڑے ادب سے اس ایوان
سے یہ کہتا ہوں کہ please revisit defamation laws in the country اور مجھے آپ
کوئی ایسا راستہ بتائیں۔ اگر آج میرے خلاف کوئی توہین آمیز بات ہوئی ہے تو میں کس سے
شکایت کروں گا۔ کہیں گے جی کہ عدالت چلے جاؤ اور تین سال تک ذلیل ہوکر پھر واپس آ جاؤ۔
unless you make some kind of mechanism whereby people میں laws اسی
قانون میں اور can seek the redress of insult inflicted on them victing them
آپ یہ طریقہ کار بھی بتائیں کہ اخبارات کو بھی اختیار دیں۔ آج کل آدمی ڈرتا ہے اور کسی اخبار
کے خلاف دعویٰ نہیں کرتا ۔ اس سے شکایت نہیں کرتا ۔ ٹی وی کے خلاف ماسوائے بیان کی
تردید کے اور کہا کچھ نہیں جاتا۔ میں آج وثوق سے یہ کہہ رہا ہوں جب آپ پیمرا کی بات کر رہے
ہیں تو صرف پیمرا کی بات نہ کیجئے ۔ I will request the Government to revisit
میں کہوں گا کہ defamation laws and give teeth to it, don't give it to winds.
اسی قانون میں کوئی mechanism دیجئے جس میں فوری شکایت کرسکوں۔ جس طریقے سے میں
تھانیدار کی شکایت ایس پی سے کرتا ہوں اسی طریقے سے مجھے اختیار دیں کہ میں ٹی وی کے
خلاف ، رپورٹر کے خلاف ، کمپیئر کے خلاف شکایت کسی ایسے ادارے کو کرسکوں جو اس پر
action بھی لے ۔ جب تک آپ یہ نہیں کریں گے ، ہم یہاں بحث کرتے رہیں گے اور آزادی
صحافت کی بات کرتے رہیں گے ۔ آزادی صحافت بہت بری چیز ہے اگر اس کے اوپر چیک نہیں
ہے۔ اب یہ ایسے ہی کہ کوئی کہتا ہے کہ مرسڈیز لینی ہے 500 SEM اگر اس کی بریکیں نہیں
ہیں تو کیا کریں گے اس مرسڈیز کو ، جب تک آپ اس law کے اوپر braks apply نہیں
کرتے ۔ آپ دیکھیں گے کہ اس کو ہم نفرت کی نگاہ سے دیکھتے رہیں گے ۔ خدا را اس کو
re-examine کیجئے and put more emphasis on defamation. جن ملکوں میں
defamation پر law exist کرتا ہے وہاں کبھی کسی نے شکایت نہیں کی ۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: مولانا عبدالغفور حیدری۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: بسم اللہ الرحمن الرحیم - جناب چیئرمین! کسی بھی ریاست کے لئے چار ادارے انتہائی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ مقننہ، عدلیہ، منتظمہ اور میڈیا یا صحافت۔ ہمارے ہاں جو حشر ماضی میں مقننہ کا رہا ہے یا عدلیہ کا یا منتظمہ کا، وہ تو ہم سب کے سامنے ہے - جہاں تک میڈیا کی بات ہے میرے خیال میں میڈیا کی آزادی کے حوالے سے کسی بھی سیاسی جماعت کو انکار نہیں ہوگا اور یہ جو آرڈیننس پر آرڈیننس ماضی میں چلتے رہے ہیں اور قدغنیں لگائی گئی ہیں میں جب قومی اسمبلی کا ممبر تھا اس وقت بھی ہم نے ایسے اقدامات اور ایسے آرڈیننس کو غلط قرار دیا تھا اور اب بھی ہم سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی قدغنیں کسی طرح بھی مناسب نہیں ہیں۔ البتہ جیسے مجھ سے قبل معزز ممبران نے جناب چیئرمین! فرمایا کہ اعتدال ہر مسئلے کے لئے ضروری ہے۔ میڈیا آزاد ہونا چاہیے۔ میڈیا کو حق و سچ لکھنا چاہیےاور اس پر کسی قسم کا قدغن نہیں ہونا چاہیے لیکن میڈیا کو کسی کی پگڑی اچھالنے کی بھی اجازت نہیں ہونی چاہیے اور جیسے یہاں اس بات کا تذکرہ کیا گیا کہ "ہم سب امید سے ہیں"، اور وہ پروگرام آپ سب کی نظروں سے گزرا ہو گا اور دیکھا ہوگا اور اس کے علاوہ اور بہت سارے اس طرح کے پروگرام آتے ہیں۔جس سے فرد کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے اور اس کی تضحیک ہوتی ہے۔ اس طرح کی آزادی کے بھی ہم قائل نہیں ہیں اور جیسا کہا گیا کہ ہم مادر پدر آزاد قسم کی آزادی کی اجازت بھی نہیں دے سکتے، نہ ہمارا آئین اجازت دے سکتا ہے اور نہ ہمارا کلچر اور معاشرہ اس کی اجازت دے سکتا ہے، نہ ہی کسی مہذب معاشرے میں اس قسم کی اجازت ہو سکتی ہے کہ وہ اس طرح کسی کی تضحیک کرے یا کسی کی پگڑی اچھالے یا بلاوجہ، بغیر کسی حقیقت کے کسی فرد کے خلاف اس طرح کی چیز آئے۔ بہرحال میڈیا کی آزادی پر ہم سب یقین رکھتے ہیں اور جو آزادی حق اور سچ کے لیے ان کو ملنی چاہیے، وہ انہیں ضرور ملنی چاہیے۔

جناب والا! پارلیمنٹ اور سینیٹ میں آرڈیننس کی بجائے قانون سازی ہونی چاہیے - یہ ادارے اس کام کے لیے ہیں - ماضی میں بہت سارے آرڈیننس چلتے رہے ہیں لیکن اب نئے انتخابات ہوئے ہیں اور جمہوریت کی گاڑی پٹڑی پر چل پڑی ہے۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ جو بھی

فیصلے ہوں، اقدامات ہوں، قانون سازی ہو، وہ پارلیمنٹ سے شروع ہونی چاہیے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین، محترمہ شیری رحمٰن، وزیر اطلاعات و نشریات۔

محترمہ شیری رحمٰن ، جناب چیئرمین ! آپ کا شکریہ۔ پیمرا کی overall performance پر آج سینیٹر خورشید احمد صاحب نے جو motion move کی اور debate شروع کی ہے اس موضوع پر بھی اور موضوع سے ہٹ کر بھی بہت مفصل اور جامع debate کی گئی ہے۔ میں اپنے آپ کو موضوع تک محدود رکھنے کی کوشش کروں گی، وقت کی کمی کا بھی خیال ہے لیکن چونکہ سارے ممبران نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ، ان خیالات کا ہمیں جواب بھی دینا چاہیے۔ یہ جوابات کے مستحق ہیں اور حکومت کی بھی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اتنے critical and sensitive issues پر اپنا پالیسی بیان اور اپنے خیالات کا اظہار کرے۔

یہاں پر میڈیا، پیمرا اورجمہوری قدروں کی بات کی گئی ہے ، ordinance کی بات کی گئی ہے، قانون سازی کی بات کی گئی ہے تو اس ضمن میں، میں کہوں گی کہ ہم جس جمہوری منزل پر پہنچے ہیں یہ ایک حتمی منزل نہیں ہے ، جمہوریت ایک سفر ہوتا ہے، ایک process ہوتا ہے جس میں ہم فریقین، سیاسی تنظیمیں، سیاسی افراد اور جو بھی political movements حقیقی جمہوریت سے منسلک ہوتی ہیں وہ اس بات کو پہچانتے اورتسلیم کرتے ہیں کہ جمہوریت ایک process ہے ، ایک سفر ہے۔ اس کی کوئی حتمی منزل نہیں ہوتی ۔ اس میں ہمیشہ اصلاح کی جگہ ہوتی ہے۔

سب سے پہلے میں کہوں گی کہ Information Ministry کی definition کے متعلق بالکل صحیح بات کی گئی ہے کہ یہ بہت سے معاشروں میں نہیں ہوتی ہے اور بہت سی established democracies میں Information Ministry نہیں ہوتی ہے ۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہوں گی کہ جہاں تک ہمارا خیال ہے کہ Information Ministry کا role سب سے پہلے حکومت کا spokesman ہونا ہے اور دوسرا regulator تو ایک بری چیز بن گئی ہے پاکستان میں کیونکہ ابھی بھی اس فلور پر بالکل صحیح فرمایا گیا کہ regulation کی آڑ میں میڈیا پر قدغنیں

لگائی گئی ہیں اور اپنے سیاسی اور ذاتی مفادات کو استعمال کیا گیا ہے۔ Regulator کو ایک برا نام دے دیا گیا ہے تو اس ماحول میں regulation ضرور ہوگی اور ضروری بھی ہے لیکن Information Ministry کا role from regulator to facilitator ہونا چاہیے' facilitator ان باتوں کا جن پر ہم نے آج یہاں parliamentarians, Senators کی آواز سنی ہے اور ان سب باتوں کا جیسا کہ میں نے کہا ہم جواب بھی دے رہے ہیں اور ان کی respect بھی کرنی چاہیے لیکن میڈیا کی بھی کچھ گزارشات اور تحفظات ہیں ۔ Information Ministry جہاں تک میں سمجھتی ہوں' جہاں تک پیپلز پارٹی کی حکومت سمجھتی ہے' اس کا کام یہ ہے کہ وہ ان contested areas کا حل consensus کو ان plural آوازوں کو ایک جگہ جمع کرکے ڈھونڈے ۔ یہ بہت ضروری ہے کیونکہ مفاہمت کی فضا پاکستان میں ' میں سمجھتی ہوں اس وقت اتنی ضروری ہوگئی ہے کہ ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے ۔ Confrontation کی بجائے ہمیں reconciliation کی فضا ڈھونڈنی اور اختیار کرنی ہوگی۔ اس کے لیے political maturity کی بہت سخت ضرورت ہے۔ میں صرف یہ نہیں کہہ رہی کہ پاکستان کو خطرات لاحق ہیں مگر I am painfully aware of the fact that my great leader, this nation's great leader Mohtarma Benazir Shaheed gave her life for the spirit of reconciliation. She faced a great deal of criticism but but her vision won out.

جناب چیئرمین! وہ کہتی تھیں کہ ایک peaceful transition ہو' جمہوری قدروں تک اور وہ سیاسی شعور رکھتی تھیں' جانتی تھیں کہ پاکستان جیسے ملک میں جہاں جمہوریت پر اتنے attacks ہو چکے ہیں اور ان حملوں کا شکار سب سے زیادہ پیپلز پارٹی ہی رہی ہے' اس کی قیادت رہی ہے' اس کا کارکن رہا ہے' اس کا supporter رہا ہے تو ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں سب سے زیادہ احساس ہونا چاہیے کہ ان جمہوری قدروں کا تحفظ کس طرح کیا جائے۔ جمہوری قدروں کا تحفظ ضرور ایک آزاد میڈیا سے منسلک ہے بلکہ ایک آزاد میڈیا اس کا کلیدی حصہ ہے ۔ آزاد میڈیا کے بغیر کوئی جمہوری عمل مکمل نہیں ہوسکتا۔

جناب والا! یہ بات بھی کہی گئی ہے اور میں اس سے بالکل in agreement ہوں کہ

قانون سازی ہی صحیح طریقہ ہے۔ ہمیں ordinance factory کے ذریعے rule کرنا زیب نہیں دیتا۔ ہمیں پانچ ہفتے ہوئے ہیں اور اس حکومت کا پہلا legislative act PEMRA کے نومبر کے امتیازی قوانین کو ہٹانے کا تھا جس کے متعلق پروفیسر خورشید صاحب نے کافی دیر سے ذکر کیا ہے ۔ اس کے بعد یہاں پر Press and Publication Registration Ordinance کی بات ہوئی ہے غالباً ڈاکٹر خالد رانجھا صاحب نے اس کا reference دیا ہے۔ یہ بھی پریس سے منسلک باتیں ہیں جو ہم عنقریب address کریں گے بلکہ ان قوانین کو ہٹائیں گے۔ کسی پر ایسی قدغن نہیں ہوگی کہ اس کا declaration منسوخ کر دیا جائے اور اس کو کسی خاص مرحلے سے گزرنا پڑے کہ اخبار چھاپنے سے اس کو روکا جائے تو یہ سارے کالے اور امتیازی قوانین، پریس کی قلم بندی، میڈیا، میڈیا کے آزادی اظہار کی جو روک تھام کی گئی تھی، اس ساری spirit کے ہم خلاف ہیں اور ان قوانین کو بھی آپ دیکھیں گے کہ ہم آہستہ آہستہ dismantle کریں گے۔ آہستہ آہستہ کے متعلق میں یہ نہیں کہنا چاہتی کہ اس میں کوئی لمبی چوڑی delay کر دیں گے لیکن صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس ایوان میں اظہار ہوا ہے کہ قانون سازی stakeholders کے ساتھ کی جاتی ہے اور پیپلز پارٹی کی حکومت کا یہ عزم ہے کہ جو بھی ایسی قانون سازی کی جائے گی جس سے ہم معاشرے میں کچھ مہذب اور جمہوریت پسند قانون لا سکیں تو وہ ہم stakeholders کے ساتھ کریں گے۔ کوئی بل کسی پر مسلط نہیں کیا جائے گا بلکہ جہاں تک freedom of expression کی بات ہے ہمیں اس وقت اور کسی کے لیے wait کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے اس وقت یہ process شروع کر دیا ہے۔ پیپلز پارٹی کی طرف سے freedom of expression and access to information کا بل لایا جائے گا۔ پندرہ تاریخ کو میں نے stakeholders conference کا بھی انعقاد کیا ہے جس میں ہمارے سارے شرکاء ہوں گے، اس میں parliamentarians بھی ہو سکتے ہیں، میڈیا کے نمائندے بھی ہوں گے، ان کی ownership, working journalists, their unions سول سوسائٹی کے لوگ جنہوں نے اس پر کام کیا ہے، ان سب کی اس میں شراکت ہوگی اور ان کی آواز شامل ہوگی۔ فیصلے ظاہر ہے حکومت کرتی ہے لیکن یہ ایک جمہوری عمل کا انعقاد ہے اسے developed democracies میں stakeholder legislation کہا جاتا ہے اور ہم اسی طرح

آگے بڑھیں گے۔ میں میاں رضا ربانی کی ممنون ومشکور ہوں کہ انہوں نے یہ روایت قائم کی ہے اور یہ دیکھا ہے کہ جب private members اپنے Bill لاتے ہیں تو ان کو اٹھا کر پھینک نہیں دیا جاتا کیونکہ مجھے پتا ہے کہ ہم کسی بھی وقت private member ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا جو ہم چاہتے ہیں کہ اپنے اوپر جو قانون لاگو ہو وہی دوسروں پر بھی ہمیں لاگو کرنا چاہیے۔ یہ بڑی مثبت روایت قائم کی گئی ہے کہ بلوں کو کمیٹیوں میں بھیجا جائے اور اس طرح کمیٹیاں بھی فعال بنیں گی۔

جہاں تک PEMRA کے Bill کی بات کی گئی ہے اور جو amendments یا repeal announce کیے گئے ہیں، we are waiting for the Standing Committee of the National Assembly اور انشاء اللہ ان کو وہاں پر فوری طور پر dismantle کیا جائے۔ قانون سازی کا آغاز تو یہی ہوا ہے۔ بعد میں وزیر اعظم صاحب نے جو announcements کی ہیں کہ ہم PEMRA کو بھی re-examine کریں گے اور وہ بھی Information Ministry نے ہی کہا ہے کہ ہم اس کو بہتر بنائیں۔ اس میں اور بھی بہت سی ایسی شقیں ہیں جن پر Press اور media والوں کو اور Broadcasters Association کو بھی مسائل درپیش ہیں اور اس معزز ایوان میں بھی ممبران نے کافی اپنے objections voice کیے ہیں، وہ بھی دیکھے جائیں گے۔

یہاں پر بہت سی باتیں کہی گئی ہیں اور کہا گیا ہے کہ media کے بارے میں توازن maintain کرنا حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ جناب چیئرمین! اس موقع سے استفادہ اٹھاتے ہوئے یہ ضرور کہوں گی کہ in the developed democracies Government ہمیشہ stakeholders کے ساتھ کام کرتی ہے اور وہ shared ذمہ داری ہوتی ہے۔ Democratic process means sharing

responsibility. So, it is not in this vitiated atmosphere, in this fraud atmosphere where the press has been subject to great controls, harassment, torture, victimization and even killings that it would become the Government to place, fix censorships and enforce code of conduct on them. I would urge responsible members of the press to evolve their own

code of conduct. We as the Information Ministry will facilitate the making of such a code of conduct with inputs from stakeholders in this august House and the whole Parliament but in this atmosphere, it is certainly not the business of Government to be making impositions.

جہاں تک بات کی گئی ہے یہاں پر religious sentiments and sectarian sentiments کی، میں سمجھتی ہوں کہ بالکل ان میں توازن ہونا چاہیے اور یہ ہمارے anchors کو بھی دیکھنا چاہیے کہ وہ کدھر اور کیا بات کر رہے ہیں لیکن بڑے ادب سے اور بڑی جسارت سے میں یہ کہوں گی کہ ہمارے مولانا عبدالخالق صاحب یہاں کہہ رہے تھے کہ ہم تحریک چلائیں گے۔ آپ کا حق ہے، آپ ضرور تحریک چلائیں، جمہوریت میں تحریکیں چلانا آپ کا حق ہے لیکن کسی بھی آواز پر روک تھام لگانا ٹھیک نہیں ہے جیسا میں نے کہا۔ اس وقت مولانا غامدی کی آپ نے شاید بات کی تھی، ان کے show کی بات کی تھی۔ میں یہ عرض کروں گی کہ جتنے اس کے rejectors ہیں اتنے ہی اس کے appreciators بھی ہیں اور جمہوری معاشرے میں برداشت کا مادہ ہمیں بھی پیدا کرنا پڑے گا۔

(اس موقع پر مغرب کی اذان سنائی دی)

Mr. Chairman: Sherry Rehman sahiba, would you like to finish it or do you want to continue?

Ms. Sherry Rehman: Mr. Chairman! Thank you for your patience. I will just like to wind up by saying that it is really not the Government's place to be censoring at this point. There is already a censorship code and code of conduct that advertisements go through. I don't want to go into that whole debate......

آپ میری بات ختم ہونے دیں۔

جناب چیئرمین، اس وقت فلور ان کے پاس ہے۔

محترمہ شیری رحمٰن، فلور اس وقت میرے پاس ہے۔ آپ نے معزز معاشرے کی بات تھی، اس کے اقدار کا بھی احترام کریں تو اچھا ہوگا۔ Defamation Law کی بات کی گئی تھی، I think Dr.

Khalid Ranjha brought it up and if I could have his attention too. He was suggesting that there should be a defamation law in the State. Well let me inform him that the last Government or rather regime brought about a fairly tough defamation law which has a fair amount of teeth in it, that defamation law has actually met with strong criticism and objections from the media because of the various penalties involved in it. It subjects for small offences, it subjects reporters and sub-editors and all those of the desks to criminal offences and criminalizes the very act of dissent. So, I believe it is not in a nature of this kind of state to be criminalizing dissent, it is one thing to have a useful defamation law and it is entirely another thing, as I said, to criminalize dissent to the point where the media feels it is being gagged. I do hear throughout this House a sense that the media is very open, it has no sense of its own regulation and I like to say once again that that happens in countries where there are less media outlets. PEMRA for this House's information has issued 48 television licences and 106 FM radio licences. There are many others in the process that 260 cable operators. Cable operator in any case can continue but in countries such as the U.K., there are five channels only. In India there are few more channels than Pakistan. There does exist a similar regulatory body and there does exist a similar ministry. I am not of

course making a case for the existence of either PEMRA or the Information Ministry, I wish to make that very clear. I also wish to make it very clear that all such regulatory bodies must involve all stakeholders at present. PEMRA has been set up since March 2002. It has 12 members and a Chairman from the private sector but of course it does exist in a working relationship with Government. That working relationship, I wish to make very clear, exists only right now under the PPP Government to make sure that PEMRA does not do the things it was doing before. I do not want to hear that any cable or any channel was shut down by PEMRA, on its behalf or by any action of the state. This is not the policy of the PPP and will not be in the future either. However, there are practices that were mentioned here that the PEMRA has grown into adopting those practices, black practices, they must be condemned and when certain channels are shut down, there was a channel shut down on the 12th of May in Karachi, I was informed that PEMRA perhaps is responsible, I immediately inquired,

کہ جی PEMRA نے تو بند نہیں کیا، ہم اس وقت پتا کرنے کی کوشش میں ہیں کہ کس نے بند کیا ہے۔ سیاسی تنظیموں کو بھی خیال رکھنا چاہیے کہ میڈیا کے خلاف جب تحریک چلائی جاتی ہے، یا جمہوریت کے خلاف یا کسی اور کے خلاف تو اس میں آپ جلاؤ گھیراؤ کی سیاست کو avoid کریں تو بہتر ہو گا۔ کسی پر کوئی قدغن نہیں، کسی پر کوئی

infliction and no reference to anyone in particular because as I said we do not want to inflame passions. We want an atmosphere where we can maturely move forward to develop an agreement, a social contract, as far as the media is concerned, between civil society, parliament, media, other

stakeholders as to how we go forward and where we take regulatory bodies such as the PEMRA. I would suggest that all such bodies involved in its board, representatives of the broadcasters association as well as the working media. In the past the practice has been that the working media and working journalists' interest have been ignored. This must change. This is the PPP government. We are committed first of all to the worker's rights and then protecting their fundamental freedom. They must be members of PEMRA as well and I will see to it that the body incorporates their interest, their voice and makes them equal stakeholders. This will also *Inshallaha* give some traction in the movement towards a stakeholder movement in self-regulation and perhaps coming up with the code of conduct that is acceptable to the largest elected membership. The life is such that democracy is imperfect. It runs by the wishes of the majority, they should accommodate the wishes of the minority but after all, democracy is all about the mandate given by the people and it is run for the people.

آخری بات میں یہ کہوں گی کہ یہاں پر توازن کی بات کہی گئی ہے۔ یہ توازن پریس
کونسل کے ذریعے بھی some members mentioned the Press Council and I will
just like to say for the record کہ پریس کونسل کا دفتر بھی اس وقت Information
Ministry نے فراہم کیا ہوا ہے لیکن جو اس کے ممبران کی میڈیا کی طرف سے نمائندگی آئی
تھی، ابھی تک، کافی سالوں سے میڈیا میں اور اس میں کوئی agreement نہیں ہو پایا کہ کون
نمائندگی کرے گا

and this is built on the press complaints commission of Britain, which is a fairly effective press complaints commission but Mr. Ranjha for your

benefit there exists the strong defamation law in the U.K. but there is a very strong tabloid press in London against whom there is constant litigation from members and there is a din and dissent of democracy raising there as well. I rest my case, we have a long way to go. Democracy is not an end in itself. It is a process and we will work with you to make sure that process is effective and delivers as best as possible. Thank you very much.

Mr. Chairman: We will adjourn now for *Maghrib* prayers and reconvene at 7.35 and we have decided on the next item.

Senator Mian Raza Rabbani : Mr. Chairman, you have an exhaustive list of points of order, we will take them up and then if we have some time, we can commence the discussion on price, otherwise tomorrow we have the law and order. All the ministers are here.

جناب چیئرمین، کس چیز پر بولنا چاہ رہے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ ، میں تو وزیر صاحب نے جو فرمایا ہے اس پر کچھ تبصرہ کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین ، نہیں، وہ تو ختم ہوگیا۔ Minister final Speaker ہوتا ہے تو وہ چیز ختم ہوگئی۔ کوئی personal explanation ہے تو وہ ہوسکتی ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ ، جناب والا! کچھ باتوں پر مجھے اعتراض ہے، ایک تو میں مولانا نہیں ہوں۔ میں پاکستان کا سب سے بڑا ڈگری ہولڈر آدمی اور یہاں پر ٹیکنوکریٹ سینیٹر ہوں کوئی عام سینیٹر بھی نہیں ہوں۔ دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی میں، میں نے پندرہ سال پڑھایا ہے ۔ I have four M.As. I have four Maulana degrees مجھے صرف مولانا نہ سمجھیں۔ دوسری بات جو میں نے کہی تھی، میرا خیال ہے ہماری بیٹی، ہماری محترم

بہن، اتنی ان کی سیاسی بصیرت ہے، میں نے یہ کہا تھا کہ یہ بات نہیں ہے کہ غامدی صاحب کے اندر کوئی بڑے مثبت پہلو ہیں اور منفی بھی ہیں۔ اگر ایک آدمی میں دس ہزار مثبت پہلو ہوں اور ایک منفی پہلو ہو تو وہ زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ وہ میڈیا میں آنے کے قابل نہیں ہے۔ ڈیڑھ کلو پاک دودھ میں اگر ایک قطرہ غلط ڈال دو تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے----

Mr. Chairman: We will adjourn the House to reconvene at 7.35.

(Then the House was adjourned for Maghrib prayers)

(نماز مغرب کے بعد اجلاس کی کارروائی جناب ڈپٹی چیئرمین، (میر جان محمد خان جمالی) کی زیر صدارت دوبارہ شروع ہوئی)

Mr. Deputy Chairman: Please, take your seats.

بسم اللہ کریں with the points of order as agreed. Colonel Mashhadi is first on the line but Colonel Mashhadi is not in the House.

اس سے پہلے کہ مشہدی صاحب آئیں، ڈاکٹر مالک صاحب، آپ کا میرانی ڈیم کے بارے میں point of order ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جناب والا! میرا point of order یہ ہے اور اچھا ہے کہ وزیر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، میرانی ڈیم کی بات ختم ہونے کے بعد آپ بات کر لیں۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: جناب والا! میں بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، ولی بادینی صاحب، آپ کا نام تو ان تیرہ ناموں میں نہیں

ہے۔ unlucky یہ آپ کا نام ہے اور دیگر lucky ہو گئے ہیں۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی : میرا اہم point ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، پھر آپ کا 14th point ہے۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی : بابا' یہ پھر نہیں آئے گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، آئے گا' کیسے نہیں آئے گا۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی : میری گزارش تو سنیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ،ٹھیک ہے' آپ بات کر لیں۔ آپ اپنا speaker on تو کریں۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی : گزارش یہ ہے کہ جن ممبران نے ایک ایک گھنٹہ تقریریں کی ہیں' انہیں مہربانی کرکے وقت کم دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : ہاں' میں ادھر بیٹھا سکرین پر دیکھ رہا تھا۔ آج کل آپ لوگ live آتے ہیں۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی : اگر ہاؤس انہی کے لیے چلتاہے تو ہم لوگ چلے جاتے ہیں اور انہیں ادھر چھوڑ دیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، نہیں ' ایسا نہیں ہو سکتا۔جنہوں نے پہلے موقع لے لیا ہے' وہ لے لیا ہے' زندگی میں دوسرا موقع پھر کم ملتا ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ : میں نے ایک بات مذاق میں کرنی تھی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ، پھر آپ مختصر سا مذاق کریں۔ لمبا مذاق کیا تو پھر وہ بہت ہی لمبا ہو جائے گا۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، ڈاکٹر مالک صاحب' آپ بسم اللہ کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک : میں عرض کر رہا تھا کہ جب بلوچستان میں mega

projects بن رہے تھے تو ہمارے ان پر خدشات تھے۔خاص طور پر میرانی ڈیم کے بارے میں ہم نے خدشات ظاہر کئے تو ہمیں کہا گیا کہ آپ لوگ ترقی کے دشمن ہیں۔ ہم نے یہی عرض کیا تھا کہ شیطان ترقی کا دشمن ہوگا اور ہم بلوچستان کی ترقی چاہتے ہیں۔ یہ بھی آپ کو پتا ہے کہ میرانی ڈیم کی وجہ سے ہماری پانچ Union Councils مکمل طور پر تباہ ہوگئیں اور 25 ہزار کے قریب لوگ گرمی اور سردی کے باوجود گزشتہ دو سالوں سے وہاں کھلے آسمان تلے پڑے ہوئے ہیں اور ہزاروں ایکڑ اراضی بشمول باغات میرانی ڈیم نے تباہ کئے۔ اب ہمیں یہ کہا گیا کہ جب میرانی ڈیم بن جائے گا تو تب یہاں پر زرعی انقلاب آ جائے گا۔ ہم بدقسمتی سے اسی آسرے پر رہے کہ شاید یہاں پر زرعی انقلاب آ جائے لیکن جب میرانی ڈیم مکمل ہوا اور canalization ہو گئی تو وہاں پر ایک ملٹی نیشنل عرب شیخ کو لایا گیا ہے اور رضا ربانی صاحب کی خدمت میں عرض کر دیتا ہوں، اس کو تھوڑا سا آپ سن لیں۔ اس وقت میرانی ڈیم کا کمانڈ ایریا بتیس ہزار ایکڑ ہے ۔ بتیس ہزار ایکڑ اراضی کو ، غریب غرباء کو، سرکار کی سرپرستی میں مجبور کر رہے ہیں کہ وہ ساڑھے چھ ہزار روپے فی ایکڑ پر ، اس کو تیس سال کے لیے لیز پر دے دیں۔ جو WTO کی corporate farming کی theory ہے ، اس کو totally میرانی ڈیم پر implement کیا جا رہا ہے اور لوگوں کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ بھئی آپ اس کو لیز پر دے دیں اور وہ صرف وہاں پر لوسن کاشت کرے، آپ زمیندار ہیں، وہ وہاں پر صرف اپنے مال مویشیوں کے لیے چارہ اگائے گا اور چیئرمین صاحب! اس وقت ہزاروں لوگ صدیوں سے وہاں رہ رہے ہیں، وہ کہاں جائیں کہ ٹوٹل بتیس ہزار ایکڑ زمین میرانی ڈیم کی، آپ کسی multi-national کو دے دیں گے اور وہ وہاں پر لوسن کاشت کرے، وہاں جو غریب غرباء ہیں، جو صدیوں سے وہاں سینکڑوں کی تعداد میں رہ رہے ہیں، ان کی تمام زندگی انہی زمینوں پر ہے۔ میری آپ سے، رضا ربانی صاحب سے گزارش ہے کہ اس وقت World Bank, UNO, Asian Bank یہ تمام کہہ رہے ہیں کہ ۳۶ countries دنیا کے شدید food crisis کا شکار ہیں ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، چھتیس۔ چھتیس میں پاکستان بھی ہے ۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک. تو اب تمام اس کو دے رہے ہیں ، تاکہ وہ لوسن کاشت

کرے اور ہم لوگ بھوک سے مر جائیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نائیک صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبد المالک: میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ خدا را! پہلے تو پتا نہیں کیوں بلوچستان کی زمینوں کے ساتھ آپ لوگوں نے یہ رویہ رکھا ہوا ہے' اب یہاں پر بتیس ہزار ایکڑ زمین' وہ کہتے ہیں جی ہم تو یہاں trickle irrigation کریں گے' ہم یہاں deepened system کریں گے' ہم یہاں تالاب بنائیں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ڈاکٹر مالک صاحب! نائیک صاحب سے ذرا پوچھتے ہیں۔ آپ رضا ربانی صاحب! اسی میرانی ڈیم پر۔

Senator Mian Raza Rabbani : Sir, the Law Minister is also not aware of this neither I am. I have noted it down and I will talk to the Minister for Water and Power. Either he will be in the House to answer it or one of us will be briefed to give him reply.

جناب ڈپٹی چیئرمین: Thursday کو پھر دوبارہ اس پر ۔ دو دن اور۔ Let's get ready for it. جی بالکل۔ اسمٰعیل بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: اس سے پہلے بھی ہم نے یہ مسئلہ اٹھایا تھا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نائیک صاحب سے جواب سن لیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبد المالک: جناب فلور میرے پاس ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نائیک صاحب اسی سلسلے میں کہیں گے۔ نائیک صاحب۔

Senator Farooq Hamid Naek: Sir, this point of order can be repeated on Thursday. If the concerned Minister is not there, definitely one of us will be here.

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں اس لیے تھوڑا خاموش ہوں کہ Wednesday کو آپ

کی Cabinet meeting بھی ہے۔ Wednesday کی صبح اگر اجلاس کریں گے تو minimum Ministers representation کی ہو گی ۔ پھر یہ بھی بعد میں decide کر لیتے ہیں کہ what we have to do on Wednesday.

سینیٹر فاروق حامد نائیک، Thursday کی تو شام کو ہی رکھیے گا ورنہ صبح تو Cabinet meeting ہے 11.30 پر۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، اچھا۔ اب اسے conclude کریں ۔ وہ Thursday کو کر لیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبد المالک ، جناب ایک اور پرابلم ہے ۔ اس وقت ڈسٹرکٹ بیلا میں ستر ہزار ایکڑ اراضی ایئر فورس کو دی گئی ہے کہ وہ وہاں پر اپنے weapon shooting کر لیں اور وہ بھی چھ سو روپے فی ایکڑ پر اور وہاں سینکڑوں دیہاتوں میں لوگوں کو زبردستی نکال رہے ہیں۔ بھئی weapon shooting کے لیے سمندر پڑا ہوا ہے' آپ وہاں پر weapon shooting کریں ۔ یہ غریب غرباء کو کیوں نکال رہے ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ خدا را ہم پر رحم کریں' یہ کیا مذاق ہے؟

Mr. Deputy Chairman: I am going to your point Abdul Malik.

Senator Mian Raza Rabbani: A call attention notice has been moved by one of the honourable members on this, that call attention notice will be coming up during the course of the week and the Minister will be present to answer this question.

Mr. Deputy Chairman: Thank you. We will get after this. Col. Tahir Hussain Mashhadi, please take the floor.

Senator Col. (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you sir.

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: They are there. Call Attention بھی ہے Luckily the Minister is there.

سینیٹر کامران مرتضیٰ: Adjournment Motion بھی ہیں ۔ اسے club کر کے اس کو اکٹھا ذرا لے لیں۔ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے جناب ۔ صرف چھ سو روپے ایکڑ اور وہاں جو صدیوں سے لوگ رہ رہے ہیں، ان کو نکال دیں گے ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ہاں وہ بڑا مشکل ہو گیا ہے ۔ مجھے اور آپ کو تو قبر کی زمین بھی اسلام آباد میں نہیں ملے گی ۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: وہ بیالیس ہزار، چوالیس ہزار فٹ چھ سو روپے میں دے رہے ہیں۔

Mr. Deputy Chairman: We will take after this.

سینیٹر کامران مرتضیٰ: اور یہ concealing manner میں previous government نے الاٹ کی ہے ۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: میڈم، میں طاہر مشہدی صاحب کو فلور دے چکا ہوں ۔ طاہر مشہدی صاحب! یہ sensitive چیز ہے، ذرا یہ کریں ۔

Points of Order

Bugging of Telephones

Senator Col. (Retd.) Tahir Hussain Mashhadi: Thank you very much sir. Mr. Chairman, I like to raise a point of order on a matter of national importance and the matter of grave concern that there are more and more reports coming in from various quarters in Karachi from the Interior of Sindh, Balochistan and the North West Frontier especially of

the nefarious practice of bugging of telephones of prominent citizens, industrialists, traders, tribal leaders and politicians is taking place on an alarming rate. This practice of wire tapping is abhorrent to all norms of recognized democratic behaviour and personal freedom, is against the rules enshrined and the United Nations universal human rights. This cruel practice tantamounts to invasion of privacy causes harassment, misery, anguish and infringes on the basic human liberties. It is against the Constitution and all norms of internationally recognized concepts of recognized human behaviour and fundamental rights of men.

Sir, this type of bugging is a first step which leads to these mysterious disappearances and the disappearances that I am more concerned about is of the people of the smaller Provinces of Pakistan especially of Sindh and Balochistan and the Frontier Province. This reflects very badly on the government and the type of governance of which we are subjected to. This infringement of human liberty is condemned by all right thinking people and cannot be condoned under any circumstances. I realize that the law enforcing agencies sometimes have to follow up clues when they have substantial proof against circumstantial proof which they might have to resort but for that they should go through the proper channels, the judiciary should be asked, the permission taken from the Magistrate or the Judicial Magistrate or even the court before this grave violation of human liberty is allowed.

Any government which practices this is always caught up because the monsters created by each and every government have a habit

of turning on to their masters. This causes great resentment against any government, this causes a great deal of anguish, heart burn and torture for the families who have to undergo such type of inhuman behaviour. I would like assurance given on the floor of this House that now with the democratic government, with all the right sounds being made by the new government by all the rhetoric that we are hearing, that the liberty of man, the liberty of the people of Pakistan will be defended by this government rather than let these clandestine activities continue and let loose these hounds upon the poor, peaceful people of Pakistan. It can do no good for the government, it can do no good for the nation. The people of Pakistan deserve better treatment. They are very passionate people. They are very patriotic people and they sustain all types of hardships. They sustain all types of misery, oppression, suppression because of their love for this great country of ours but they should be treated with respect and dignity, that is their inherent birth right. Thank you Mr. Chairman.

Mr. Deputy Chairman: Farooq Naek Sahib.

یہ bugging کے سلسلے میں۔

Senator Farooq Hamid Naek: Sir, the honourable member has given a very long speech without being specific as to who has suffered with regard to the point of order he has raised. In any case, Mr. Chairman, I would like to draw attention of the entire House to the Telegraph Act 1885 as it was amended in 1975 and section 5, Sub Section (b), reads as

under:

"On the occurrence of any public emergency or in the interest of the public safety, the Federal government or the Provincial government or any officer specially authorised in this behalf by the Federal government or the Provincial government may order that any message or class of message or from any portion or class of persons relating to any particular subject brought for transmission by a transmitted or received by any telegraph shall not be transmitted or shall be intercepted or detained or shall be disclosed to a level, the government making the order or an officer thereof mentioned in the order."

So the act authorises interception of a message in the light of public safety, in the light of the public interest and in this regard in 1974, a summary was floated and it was decided that it is only in very exceptional cases, in overall interest and integrity and security of Pakistan, that telephone tapping should be undertaken. The only person who is authorised to take action in this behalf is the Director Intelligence Bureau, who will be required to obtain prior approval of the Prime Minister in every case where a particular telephone is to be monitored and he will obtain this approval personally. This operation and the information obtained thereof would strictly remain with the Director Intelligence Bureau only be passed on to the Prime Minister.

Sir, since the present government has come to power no Director General, Intelligence Bureau has been authorised to tap any telephone of any person whom soever but Intelligence Bureau is undertaking activities

in the public interest and for the security of Pakistan and is in order to pass information strictly to the Prime Minister of this country, so, for the purposes of counter intelligence and anti terrorism, some telephones are being tapped but everything remains within the ambit thereof. The honourable member has not pointed out a single instance where the authority vested in the Federal government or with the authority vested by law which is still in vogue has been violated. He has failed to point out this particular person. The invasion of privacy is with regard to this particular person and as a consequence thereof, the right of privacy as laid down, as enshrined in the Constitution is being violated. Similarly, the honourable member in his long speech delivered before this House, has not given a single instance that since this democratic government has come to power, any person has been lifted without due process of law. No names have been given of any missing persons who have been detained illegally and unlawfully since the present democratic government has come into power. So I would request the honourable member not to cast aspersions in future against a democratic government in such a vague, ambiguous and anomalous fashion. Thank you.

جناب ڈپٹی چیئرمین ، Thank you جی۔ نہیں اس پر نہیں۔ کچھ اور بھی ہے wait کریں ناں، specific ہو جائیں تو بڑی چیز ہے۔

Then we will come to know about the parameters and the exceptions and the limits intelligence agencies looking outward or inward

وہ سارا پتا لگ جائے گا، تھوڑا صبر کریں، تھوڑا دن اور گرم ہونے دیں پھر آپ کو بہت کچھ

پتا لگ جائے گا۔ پروفیسر خورشید احمد صاحب۔ یہ بڑا interesting ہے' یہ جنرل ہڈ کا نام انہوں نے رابن ہڈ کیوں نہیں رکھ دیا؟

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، حرکتیں وہ ویسی ہی کر رہے ہیں لیکن ہدف---

جناب ڈپٹی چیئرمین، لیکن رابن ہڈ تو غریب غرباء کو فائدہ بھی دیتا تھا۔ یہ کون سے غریب غرباء کو؟

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، تھا تو لٹیرا ہی نا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ہاں تھا .notorious

Expected Appointment of General Hood in American Embassy

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، اس سے تو کوئی انکار نہیں ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے ایک نہایت ہی اہم موضوع پر یہ point of order اٹھانے کا موقع دیا۔ یہ خبریں تو تقریباً دو ماہ سے آ رہی تھیں کہ گوانتاناموبے کی شہرت رکھنے والے وہاں کے انچارج Major General J. Hood کو اب پاکستان پر نازل کیا جا رہا ہے لیکن نہ اس کی تائید واشنگٹن سے ہو رہی تھی اور نہ یہاں کی حکومت اس بارے میں منہ کھول رہی تھی لیکن پھر website سے راز فاش ہوا کہ جہاں یہ بات سرکاری طور پر ریکارڈ پر آگئی ہے کہ موصوف کو اسلام آباد میں امریکہ کی embassy میں نہایت ہی اہم مقام پرمتعین کیا گیا ہے اور امریکہ کی نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ' جس میں ہمارے کندھوں کو استعمالکیا جا رہا ہے' ہمارا خون بہایا جا رہا ہے اور ہماری فوجوں کو ہمارے شہریوں کے خلاف صف آراء کیا گیا ہے' اس کام کی نگرانی' رہنمائی' link اور خاص طور پر democratic government آنے کے بعد' مشرف صاحب کے کمزور ہونے کے بعد ان کو جو اختیارات چاہییں ہیں' جس کا مطالبہ وہ اپنے گیارہ مطالبات کے سلسلے میں کر چکے ہیں' ان تمام چیزوں پر بروئے کار لانے کے لیے استعمال کیا جائے گا۔

جناب والا! مجھے اجازت دیں کہ میں یہ بھی بتاؤں کہ آج کے اخبار The NEWS میں محترم صحافی ماریانہ بابر صاحبہ نے بڑی تفصیل سے تمام چیزوں کو پیش کیا ہے اور میں انہیں

ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے قوم کی توجہ ایک ایسے اہم موضوع کی طرف مبذول کرائی ہے جس کے بارے میں جاننے کے لیے اس سے پہلے ہم سب کوشش کر رہے تھے لیکن جتنی معلومات اس میں دی گئی ہیں، وہ آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں۔ جناب والا! یہ میجر جنرل ہڈ یا رابن ہڈ جو اپنے تشدد torture, rendition ان تمام معاملات میں بڑی شاندار روایات رکھتے ہیں لیکن سب سے شرمناک پہلو یہ ہے کہ ان کے دور نگرانی میں گوانتاناموبے میں جو مظالم اور تشدد وہاں کے معصوم مکینوں پر کیا گیا ہے اور میں یہ لفظ "معصوم" سوچ سمجھ کر استعمال کر رہا ہوں۔ اس لیے کہ ایک دو نہیں چار، پانچ سو افراد وہاں پر چار سے پانچ سال تک محبوس رہے ہیں۔ وہ تشدد کا نشانہ بنائے گئے ہیں، ان کی بے عزتی کی گئی ہے۔ انہوں نے بھوک ہڑتالیں کی ہیں اور اس کے بعد پھر وہ معصوم ثابت ہوئے ہیں، ان پر کوئی charge نہیں لگایا جا سکا، انہیں چھوڑا گیا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ایک وقت وہاں پر ایک ہزار سے زیادہ افراد تھے۔ اس وقت مختلف اندازوں کے مطابق تین سے چار سو کے درمیان ہیں اور جو وہاں سے چھوڑے جا چکے ہیں، ان میں سے تین، چار کے علاوہ کسی پر charge بھی نہیں لگایا گیا کہ convict کیا جائے۔ سوڈان کا ایک نوجوان جو ابھی پچھلے ہفتے چھوٹا ہے، اس نے جو حالات بیان کیے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، صحافی تھا after 6 years.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد : جی ہاں وہی تھا۔ وہاں کے جو حالات بیان کئے ہیں کہ اس نے 40 دن بھوک ہڑتال کی ہے اور اس طریقے سے اس کے دین کو، اس کی عزت کو، اس کی ناموس کو اور سب سے بڑھ کر قرآن پاک کو، اسلام کو، کم از کم پانچ بار clearly جس کا notice لیا گیا ہے، قرآن پاک کی بےحرمتی کی گئی ہے۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ بیان کروں کہ کہاں کہاں قرآن پاک کے صفحات کو ناپاک کیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نعوذ باللہ۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد : اور یہ شخص اس کا incharge تھا، اس پر پوری دنیا میں واویلا ہوا اور اس سب کے باوجود America کو یہ arrogance اور power of blindness

ہے کہ اس نے ایک ایسے فرد کو نہ صرف یہ نہیں کہ charge نہیں دیا گیا' اس کے خلاف کوئی کارروائی بھی نہیں کی گئی اور اس نے بڑی رعونت کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ جو کچھ ہوا ہے law has been inadverted. اس کے بعد ایک ایسے شخص کو پاکستان پر مسلط کیا جا رہا ہے اور یہ شرم کی بات ہے کہ پاکستان کی حکومت نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا' ہم کم از کم یہ دیکھتے کہ یہ *persona non grata* یہ diplomatic etiquette ہے۔ یہ ہمارا حق ہے' پاکستان ایک sovereign ملک ہے' America کی کوئی محکوم ریاست نہیں ہے لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ امریکی سفیر یہاں وائس رائے کا مقام رکھتا ہے اور America کا یہ فوجی commander یہاں آ کر ہماری فوجوں کو manipulate اور manoeuvre کرنے کی کوشش کرے گا۔

جناب والا! یہ قومی عزت کا' یہ ہماری آزادی کا مسئلہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ نئی حکومت کو فوری طور notice لینا چاہیے کہ ایسے شخص کو *persona non grata* قرار دے کر' ملک خالی کرنے کے لیے notice دینا چاہیے۔ ہم میں اگر یہ جرأت نہیں ہے تو پھر یہ سارے دعوے جمہوریت کے' قانون کی بالادستی کے' اسلام سے وفاداری کے میرا خیال ہے کہ ان سب پر اوس پڑ جائے گی۔ جناب والا! میں کم از کم الفاظ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ بلاتاخیر حکومت کو اس معاملے میں فوری اقدام کرنا چاہیے اور میں press کو compliment کرتا ہوں کہ انہوں نے اس مسئلے کو اٹھا کر پوری قوم کی توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے۔ شکریہ جی۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Raza Rabbani Sahib, please take the floor.

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب! جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے یقیناً یہ ایک حساس مسئلہ ہے اور اگر پروفیسر صاحب مجھے break میں confidence میں لے لیتے تو یقیناً میں break میں Foreign Ministry بات کر کے اس پر ابھی ضرور respond کرتا۔ بہرحال' کل صبح کا House ہے' میں کوشش کروں گا کہ کل صبح جواب لے کر during the course of the day...

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی کل صبح کا ہے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: During the course of day اس پر جواب دوں لیکن میں ایک بات بڑے واضح الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ ہم اکٹھے جب اس side پر بیٹھے ہوئے تھے اور یقیناً ہماری position میں وہ side change کرنے کے بعد کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ہم نے اس وقت بھی گوانتاناموبے کو condemn کیا تھا، ہم آج بھی گوانتاناموبے اور اس کے اندر جو حرکات ہو رہی ہیں، جسطرح Human Rights کو abuse کیا جا رہا ہے، اس کو condemn کرتے ہیں۔ جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے کہ اس کو یہاں پر Embassy میں بھیجا گیا ہے، میں پتا کرتا ہوں کہ Government of Pakistan نے اس پر کیا reaction کیا ہے؟ پاکستان بالکل ایک sovereign country ہے اور ہم نے اپنی sovereignty نہ پہلے گروی رکھنے کی اجازت دی ہے اور اب جب کہ coalition کی حکومت ہے، پاکستان کی حکومت اس بات کو بالکل برداشت نہیں کرے گی کہ اس کی sovereignty کو کسی بھی ملک کے سامنے گروی رکھا جائے۔ میں باقی detailed جواب کل ضرور دوں گا۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you

جی۔ جی کامل آغا صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا: جناب! میرے جذبات بھی وہی ہیں جو پروفیسر صاحب کے ہیں اور جو رضا ربانی صاحب کے ہیں لیکن میں اس میں ایک تھوڑا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو کارٹون بنائے گئے، اس پر قومی اسمبلی سے بھی اور سینیٹ سے بھی ایک متفقہ قرارداد حکومت سے مطالبے کے ساتھ منظور کی گئی۔ اس کے بعد حکومت کی طرف سے اس پر کوئی کارروائی ابھی تک سامنے نہیں آئی۔ قائد ایوان سے میری یہ request ہو گی کہ اس پر بھی House کو اعتماد میں لیا جائے اور بتایا جائے کہ اس پر کیا کارروائی ہوئی ہے اور اگر اس میں دیر ہے تو کیوں ہے؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: صحیح ہے۔

سینیٹر کامل علی آغا: وہ تو ایک متفقہ رائے تھی اور قوم کی رائے تھی۔ اس پر قومی اسمبلی اور میں نے سنا ہے کہ صوبائی اسمبلیوں سے بھی قراردادیں منظور ہوئی ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی۔

سینیٹر کامل علی آغا: تو اس پر آج تک کیا ہوا اور کیوں نہیں ہوا؟ یہ House کو ضرور بتایا جائے۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you.

رضا ربانی صاحب! اسی پر' نہیں آپ کے نام ہیں' list کے مطابق جا رہا ہوں' میں نے نام لکھ لیے ہیں' تھوڑا صبر کرنا پڑے گا۔ جی۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب! جہاں تک caricatures کی resolutions کا تعلق ہے تو جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے the Resolutions came subsequently, Government of Pakistan کی condemnation اور Envoy کو بلا کر' اس کو *demarche* دینا' یہ تمام چیزیں Government of Pakistan پہلے کر چکی تھی۔ اس کے بعد subsequently یہ Resolutions آئیں' so, the Government of Pakistan had already reacted on that.

جناب ڈپٹی چیئرمین: Thank you جی۔ عبدالرحیم خان مندوخیل صاحب! you are on a point of order. آپ کا ہے۔ جی آپ کی باری آ رہی ہے' لمبی list ہے' آپ حکم کریں' midnight تک بیٹھے ہیں۔ جی۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ point of order پر آپ نے ایک اہم مسئلے پر مجھے اجازت دی ہے۔ جناب والا! ہمارے لوگ ظاہر ہے کہ جیسے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ غریب غرباء ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جناب! تھوڑا mike کا angle اپنی طرف کر لیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: ہم مجموعی طور پر غربت کے شکار لوگ ہیں' ہمارے صوبے میں پشتون' بلوچ بالکل اس کا شکار ہیں۔ جناب والا یہ Sui Southern اور Sui Northern میں ہمارے لوگوں کو ملازمتیں ملی تھیں لیکن اچانک وہ ملازمتیں ختم کی گئیں اور سینکڑوں گھروں کے لوگ بے روزگار ہوئے۔ اس میں جو Sui Southern کے employees

ہیں، ان میں Supreme Court نے کافی لوگوں کو بحال کیا ہے لیکن اس کے باوجود 40, 50 افراد ایسے ہیں کہ ان کو ابھی تک بحال نہیں کیا گیا۔ Sui Northern کا ابھی تک کوئی ملازم بحال نہیں ہوا، اگرچہ پشتونخواہ کے صوبے کی Governemnt نے بار بار ان کی حمایت کی ہے۔ میں اس کے لیے Government سے request کروں گا کہ وہ ان لوگوں کو بلاتاخیر بحال کرے کیونکہ باقی اس کی detail میں کیا جائیں۔ جناب والا! روزگار کے مسائل کے حوالے سے جو مشکلات ان پر گزری ہیں، وہ ان کو اندازہ ہے۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: صحیح ہے، precedent ہو گئی ہے، میں سمجھ رہا ہوں، Thank you. رضا صاحب۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب! مندوخیل صاحب نے خود فرمایا ہے کہ Sui Southern کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ سارے کے سارے نہیں لیکن 102 کے قریب افراد غالباً رہ گئے ہیں اور ان کا بھی معاملہ under process ہے کہ ان کو واپس لیا جا رہا ہے۔ جہاں تک Sui Northern کا تعلق ہے، وہ دوست مجھ سے رابطے میں ہیں اور ان کا ایک وفد پرسوں میرے پاس دفتر میں آیا تھا، میں نے ان سے تمام کی تمام details لے لی ہیں۔ اس وقت ان کے cases Labour Court لاہور کے اندر pend ہیں، شاید 8 تاریخ ان کی لگی ہوئی ہے کیونکہ Supreme Court کا پہلے Sui Southern کے لیے فیصلہ آیا ہوا ہے۔ لہذا، expected یہ ہے کہ Labour Court اسی فیصلے کی روشنی میں اپنا فیصلہ دے گی۔ وہ دوست رابطے میں ہیں، اگر ان کو کہیں پر problem ہو گی تو یقیناً Sui Northern کی انتظامیہ سے ہم بات کریں گے اور انشاء اللہ ان کا مسئلہ Sui Southern کی طرح جلد حل کر دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: Thank you جی۔ میں ایک یہ point of order club کرنے لگا ہوں کیونکہ both pertains to transportation of wheat from Punjab to صوبہ سرحد، یہ حاجی عدیل صاحب اور سواتی صاحب کا ہے۔ حاجی عدیل صاحب! آپ پہلے please, take up کریں then اعظم سواتی صاحب take up کریں گے۔ جی، بلوچستان کا مسئلہ میرا بھی ہے لیکن سیٹ پر بیٹھنے کی وجہ سے "اُف اللہ ہم کچھ کہہ بھی نہیں سکتے" والی stage پر آ گئے

ہیں۔ Please ایک منٹ بیٹھیں، رضا صاحب! یہ آپ کے notice میں بھی لانا چاہتا ہوں،
نائیک صاحب کے بھی اور خوش قسمتی سے کائرہ صاحب بھی بیٹھے ہیں۔ This is a case
study بلوچستان میں one area is wheat growing, that is 500 kilo meter away
from the border. وہاں اتنی سختی ہے کہ وہاں سے wheat نہ خضدار جا رہا ہے، نہ قلات اور نہ
کوئٹہ پہنچ پا رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ wheat افغانستان پہنچ جائے گا، بھئی افغانستان پہنچ جائے گا
تو آپ border پر چیک کریں، نہ جانے دیں۔ Inter provincial بھی نہیں پہنچ پا رہی،
wheat growing areas بلوچستان میں تو صرف تین districts ہیں باقی 26 تو بارانی ہیں۔ یہ
بڑے intricate مسئلے ہیں اور آئینی پوزیشن کیا ہے وہ بھی ایک صاحب سے کہوں گا کہ وہ
واضح کریں۔ یہ sensitive issues ہیں، we expect that wheat should go from one
province to other area. ہم نے border پر جو ہزاروں FC کے لوگ ٹھہرائے ہوئے
ہیں، انتظامیہ کے لوگ ٹھہرائے ہیں، وہ اپنی ڈیوٹیاں کریں، تنخواہ حلال کریں اور اُدھر آخری
check point پر روکیں۔ سارے پاکستان میں انہوں نے روکا ہوا ہے۔ حاجی عدیل صاحب! بسم
اللہ کریں میں نے اپنے point of view کو ایک رخ دے دیا ہے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین، یہ مسئلہ اب سارے صوبوں میں ہو گیا ہے، بلوچستان میں
بھی مسئلہ ہے اور میرا بھی مسئلہ ہو گیا ہے۔ میں تو Leader of the House and Leader
of the Opposition سے گزارش کروں گا کہ wheat movement پر علیحدہ ایک debate
کرا دیں۔ یہ debate ہونی چاہیے let's be clear.

Senator Mian Raza Rabbani: I have no problem, if you would like to allocate special time for a debate on this issue, I have no problem but I would just like to take the House in confidence. I don't have the entire facts, I will have them by the morning because this is a very pressing issue. I am aware of it that

ایک ہفتہ پہلے interprovincial Minister نے اسی سلسلے میں تمام صوبوں کی meeting کی تھی اور وہاں پر انہوں نے کچھ instructions pass کی ہیں۔ جیسے ابھی فاضل ممبر بتا رہے ہیں کہ غالباً وہ implement نہیں ہوئیں یا ابھی تک یہ problems چل رہے ہیں۔ آج میں پوری detailed report لے لوں گا، یہ تینوں ممبران صبح اپنا point raise کر لیں and then I will get back to you in the morning.

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ کل ہو گا یا when the Minister is available? ؟ You will be on the Minister's behalf پھر آپ کر لیں گے؟

Senator Mian Raza Rabbani: I will get the briefing but I think tomorrow the Minister should be here because he has questions, he will be here.

جناب چیئرمین! حاجی عدیل صاحب، بادینی صاحب اور ان سب کی بات سن لیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی حاجی عدیل صاحب please take the floor. بھنڈر صاحب! آپ سے بھی تھوڑا input لیں گے۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: بات منسٹر صاحب کی موجودگی میں ہونی چاہیے۔

Mr. Deputy Chairman: This is what I want.

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: یہ کوئی بات نہیں ہے کہ رضا صاحب سن لیں اور اگلے روز جواب دے دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ تو رضا صاحب کی دریا دلی ہے کہ وہ سب کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: ٹھیک ہے رضا صاحب ہر چیز کا جواب دے سکتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ جو concerned Minister ہے، جو کہ policies کے ساتھ ہے، وہ اگر ہاؤس میں موجود ہوں، بیان دیں اور وہاں پر یہ سارے points of order raise ہوں تو زیادہ مناسب اور زیادہ بہتر ہو گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، لیکن ڈاکٹر شیر افگن کے ساتھ جو بعد میں ہوا اس کی دعا نہ کریں، یہ بھی خیال رکھیں۔ حاجی عدیل صاحب please take the floor, تھوڑا notice میں لا دیں، I will pass my ruling. صرف اتنی اجازت ہے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل، یہاں دو تین منسٹر بیٹھے ہوئے ہیں، they are jointly responsible to reply.

جناب ڈپٹی چیئرمین، نہیں، نہیں یہ تو special ہو گا۔ Qaira sahib is not food minister. کائرہ صاحب! آپ کے پاس تو نہیں ہے؟

سینیٹر حاجی محمد عدیل، یہ ہماری بات سننے کے بعد اپنی معذوری ظاہر کریں اور ہم کل ان کی بات سن لیں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، حاجی عدیل صاحب! منسٹر کا ہونا لازمی ہے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل، وہاں لوگ روٹی سے محروم ہیں اور ہمیں بات کرنے کے لیے وقت کا انتظار کرنا پڑے گا؟

جناب ڈپٹی چیئرمین، حاجی صاحب please take the floor. سینیٹر ولی باڈینی صاحب، سب سے میں سننا چاہتا ہوں۔ اسی آٹے کی وجہ سے French revolution آ گیا تھا تو ہم لوگ تو کیک نہیں کھلا سکتے۔ جی مجھے پتا ہے جو نوشکی میں حشر نشر ہو رہا ہے، وہاں لوگ ہڑتالیں کر رہے ہیں کہ آٹا نہیں ہے۔

Inter Provincial Transportation of Wheat

سینیٹر حاجی محمد عدیل، جناب چیئرمین! گزشتہ ساٹھ سال سے، یکم مئی سے لے کر 30 اگست تک پنجاب میں اس بات کی پابندی نہیں ہوتی تھی کہ دوسرے صوبوں سے لوگ جا کر گندم یا آٹا خریدیں اور اپنے صوبے میں لے آئیں، گزشتہ سال تک بھی ان ایام میں یہ پابندی نہیں تھی یعنی یکم مئی سے لے کر 30 اگست تک۔ بدقسمتی سے اس سال پہلی مرتبہ 30 اپریل کو پنجاب کی حکومت نے یہ پابندی لگا دی کہ کوئی باہر کے صوبے والا پنجاب سے آٹا اور گندم نہیں خرید سکتا۔ جناب عالی! اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پورے ملک میں گندم کی

shortage ہے۔ ہماری پچھلی حکومتوں کی نالائقیوں کی وجہ سے ہماری گندم export ہو گئی اور وہ گندم روس میں جانوروں نے کھائی لیکن بعد میں بڑی قیمت پر ہمیں وہ گندم import کرنی پڑی۔ پنجاب کی حکومت کا یہ خیال ہے کہ ژوب کی جو گندم ہے وہ اسے خود خرید کر اپنے پاس store کریں اور بعد میں جو imported گندم آئے گی وہ دوسرے صوبوں کو دی جائے گی۔ جناب عالی! ہم نے work کیا ہے کہ اگر ہم صرف imported گندم اپنی ضرورت کے مطابق لیں تو ہمیں اس سال پانچ ارب روپے subsidy دینی پڑتی ہے اور اگلے سال اس مد میں 10 ارب روپے subsidy دینی پڑے گی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، پانچ ارب، آپ صوبہ سرحد یا پاکستان کی بات کر رہے ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میں اپنے صوبے پختونخواہ کی بات کر رہا ہوں۔ جناب عالی! میرے صوبے کی total requirement 34, 35 lac ton گندم ہے۔ اس میں ہمارے صوبے کے اپنے لوگ، ہمارے فاٹا کے قبائلی بھائی اور ہمارے صوبے میں جو افغان مہاجرین رہتے ہیں وہ بھی شامل ہیں۔ ہمارا صوبہ صرف دس لاکھ ٹن گندم پیدا کرتا ہے۔ ہمیں ہمیشہ 24, 25 لاکھ ٹن گندم کی ضرورت پڑتی ہے اور اس میں سے پانچ لاکھ ٹن ہمارے فاٹا کے بھائیوں کے لیے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ افغانستان جو کہ wholly solely ہم پر depend کرتا ہے، اس کی ضرورت 13 لاکھ ٹن گندم ہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ ہمیں جو سارے سال میں مختلف ذریعوں سے گندم ملتی ہے، وہ بھی دس لاکھ ٹن کم گندم دی جاتی ہے، چاہے وہ imported ہو یا پنجاب کی لیکن اس مرتبہ جو ہمارے ساتھ ظلم ہو رہا ہے، ہمارے پنجابی بھائی جو کہ مرکز میں ہمارے اتحادی ہیں، پنجاب میں ہم ان کے اتحادی نہیں ہیں۔ وہ شاید صرف ججوں کو انصاف دینا چاہتے ہیں، پختونخواہ اور فاٹا کے مسلمانوں کو انصاف نہیں دینا چاہتے، انہیں بھوکا رکھنا چاہتے ہیں۔ ہماری دوستی اپنی جگہ-----

جناب ڈپٹی چیئرمین: حاجی صاحب thank you.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: نہیں جی پوری بات سنیں۔ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ جو Ministry of Food and Agriculture ہے، حقیقت میں یہ منسٹری fail ہے۔ تین سال

پہلے 2004 میں ان کے ایک منسٹر سکندر بوسن ہوتے تھے، ایک سیمینار کی briefing میں ان سے کہا گیا تھا کہ بین الاقوامی طور پر گندم کی کمی ہو رہی ہے آپ ابھی سے کوئی تیاری کریں۔ ہم تو مسلمان ہیں اور قرآن میں آیا ہوا ہے، ہمیں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ پتا ہے کہ جب ایک دفعہ بہت زیادہ گندم پیدا ہوئی تو انہوں نے store کی اور اگلے سات سالوں میں وہ تقسیم ہوئی۔ ہمارے ہاں اتفاق سے پچھلے سال گندم زیادہ پیدا ہوئی، ہم نے store نہیں کی اور نہایت ہی کم ریٹ پر دنیا کے دوسرے ممالک میں export کر دی۔ یہ ان کی حماقت تھی یعنی پچھلی حکومت کی حماقت تھی۔ میں آپ سے عرض کروں گا کہ ان دنوں میں، جو کہ میں نے تین چار ماہ بتائے ہیں، بعد میں ہمیں کوئی گندم نہیں دیتا۔ ہمارے صوبے کے ہر border پر پنجاب نے، پچھلی حکومتوں نے اپنے check points بنائے ہوئے ہیں، لوگوں کو گولی مار دی جاتی ہے، اگر کوئی غلطی سے گندم لے جائے تو ٹرک دریائے سندھ میں گرا دیے جاتے ہیں۔ اس مرتبہ تو انہوں نے گندم اور آٹا دونوں روک دیے ہیں لیکن میں ایک بات کرتا ہوں اور اپنے قائد ایوان کی وساطت سے کہ اگر یہاں کوئی مسلم لیگ (ن) کا وزیر ہے تو سن لے، ہمارے ہاں بجلی پیدا ہوتی ہے، اگر یہ ہمیں گندم نہیں دیتے تو ہم انہیں بجلی نہیں دیں گے تو پھر یہ اپنی گندم ہمارے پاس بیچیں گے اور ہمارے کارخانے چلیں گے اور وہاں پسائی ہو گی اور پنجاب کے سارے کارخانے بند کر دیے جائیں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، اللہ ایسی نوبت نہ لائے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل، ایسی نوبت آئے گی اگر ہمارے ساتھ ظلم کیا جائے گا، ہمیں بھوکا مارا جائے گا، ہمیں روٹی نہیں دی جائے گی تو ایسی نوبت ضرور آئے گی اور یہ پنجاب اور پاکستان کا مقدر ہو گا۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، شکریہ۔ جی بادینی صاحب۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی، شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ معزز ممبر صاحب نے وضاحت کی ہے لیکن میں بلوچستان کے بارے میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ بلوچستان میں اس وقت 32 سے 34 روپے کلو آٹے کی قیمت ہے اور حکومت ایک ڈسٹرکٹ سے دوسرے ڈسٹرکٹ

گندم نہیں جانے دے رہی ہے۔ جہاں فلور مل نہیں ہے وہاں گندم بے شک پڑی رہے لیکن فلور مل والے ڈسٹرکٹ کو گندم نہیں جانے دیتے۔ یہ بہانہ کیا بنا رہے ہیں کہ گندم کی smuggling ہورہی ہے۔ جناب! smuggling کے لیے سارے border پر چوکیاں ہیں۔ یہ گورنمنٹ کا کام ہے کہ اس کو control کرے۔

بجلی کا حال بھی یہی ہے۔ ہمارے ساتھ بالکل سوتیلی ماں والا سلوک ہو رہا ہے۔ بجلی اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے تک نہیں ہوتی جس کی وجہ سے ہماری فصلیں اور مویشی محفوظ نہیں ہیں۔ ہم جب یہاں اپنا رونا روتے ہیں تو پھر مختلف قسم کے جوابات آتے ہیں اور بہانے بنائے جاتے ہیں کہ اس بارے میں meetings ہوئیں اور ہم نے یہ کیا، وہ کیا۔ آج تک meetings کا کوئی result نہیں نکلا۔ اگر فرنٹیئر والے اپنی بجلی بند کرتے ہیں تو ہم اپنی گیس بھی بند کر سکتے ہیں، پھر یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ ہم کسی سے بھیک نہیں مانگتے۔ ہمیں یہ طعنہ دے رہے ہیں۔ ہمیں صرف چار گھنٹے بجلی دی جاتی ہے۔ نہری علاقہ صرف آپ کا ڈسٹرکٹ ہے۔ آپ بتائیں، آپ بلوچستان کے رہنے والے ہیں۔ بلوچستان میں کیا ہے؟ وہاں زندگی ٹیوب ویلز پر چل رہی ہیں۔ وہاں بارشیں بھی نہیں ہو رہیں۔ ہمیں load shedding سے کوئی اعتراض نہیں۔ ہمیں آٹھ گھنٹے تک قبول ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ گھنٹہ بجلی آتی ہے تو چار گھنٹے غائب ہو جاتی ہے۔ اس طرح سارے دن میں 18 گھنٹے بجلی نہیں ہوتی۔ مہربانی کر کے گورنمنٹ اس طرف توجہ دے۔ ابھی یہ کہہ رہے ہیں کہ وزیر صاحب نہیں ہیں۔ وہ تو امریکہ میں ہیں۔ جب وہ امریکہ سے آئیں گے تو لوگوں کا یہاں کیا حال ہو گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، وہ خوراک نہیں ہے۔ خوراک والا ادھر ہی ہے۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی، میں ایک اور point آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ ہر طرف ظلم ہو رہا ہے۔ آپ PIA کو دیکھیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، آپ ابھی wheat پر بات کریں۔ PIA والوں کو بعد میں پکڑیں گے۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی، میں آپ کو PIA کی ایک مثال دینا چاہتا ہوں لیکن

مجھے پتا ہے کہ یہاں کچھ کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ انہوں نے ہمارے صوبے کو کاٹ دیا ہے۔ ان کا جہاز ہمیں ہفتے میں ایک دفعہ بھی available نہیں ہے۔ ہمیں جب بھی کوئی ضرورت پڑتی ہے تو جہاز available نہیں اس دفعہ بھی میں پہلے کراچی گیا ہوں اور پھر کراچی سے اسلام آباد آیا ہوں۔ اس کے بارے میں بھی ہم بول بول کر تھک گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، اس بارے میں ہم میمن صاحب کو کہتے ہیں کہ وہ meeting بلائیں۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی، جناب! ہمارے ہاں 12 روپے فی روٹی بک رہی ہے لیکن ہمیں کوئی سننے کو تیار نہیں ہے۔ یہ لوگ تو خود کفیل ہیں، ان کے پاس بہت ہے۔ ہمارے لیے انہوں نے کیوں پابندی لگائی ہوئی ہے؟ کیا ہم پاکستانی نہیں ہیں؟ ہم پاکستان میں نہیں رہتے؟

جناب ڈپٹی چیئرمین، آدھا پاکستان ہمارا ہے۔ان کے پاس کیا ہے۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی، جناب! اس کے باوجود ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور ہمیں کیا مل رہا ہے؟ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، شکریہ۔ جی اعظم سواتی صاحب۔

Senator Muhammad Azam Khan Swati: Mr. Chairman, I could not say better in profound words than my colleague Haji Adeel has represented my province Pakhtoon Khwa and the frustration that he has shown over here is the frustration of the people of Pakhtoon Khwa. I just want to add the very disturbing picuture I saw in one of the newspapers from Peshawar, where a small child of my nation, not more than 10 years old is depicting, going through the rubbles and wants to find out something to eat. This is the true depiction that my province of Pakhtoon Khwa is going through. I urge any government functionary, please take pity on us. We are a part of this nation. Pakhtoon Khwa has sacrificed in

the making of this nation. Thank you very much.

جناب ڈپٹی چیئرمین، شکریہ۔ اس سے پہلے کہ میں آگے چلوں۔ Lady members نے کہا ہے کہ یہاں segregation ہو رہی ہے۔ سب خواتین کو اکٹھے بٹھا دیا گیا ہے اور وہ اکٹھے خاموشی سے بیٹھی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ ہماری سیٹیں تبدیل کی جائیں اور انہیں separate کیا جائے تاکہ کچھ variety ہو جائے۔ راجہ صاحب! اس سلسلے میں chamber میں بات کریں گے۔ جی امجد صاحب! آپ اس کمیٹی کے چیئرمین ہیں، آپ نے کیا کیا اور کتنوں کو چابی دی۔

سینیٹر محمد امجد عباس، جناب چیئرمین! it is very sad what I am hearing in the Senate. کیوں کہ سینیٹ ایک وفاق کی علامت ہے اور آج ایک صوبے والا بجلی بند کرنے کی بات کر رہا ہے اور دوسرا صوبہ گیس بند کرنے کی بات کر رہا ہے۔

Sir, it is very saddening that we are importing wheat at rupees 1450 per 40 Kg. but the farmer is getting only Rs.625 per 40 Kg.

اگر آپ پنجاب میں چلے جائیں

the Food Department is buying it at rupees 625 per 40 Kg. but the farmer is getting rupees 615 or 600.

جناب! ہم بھی چاہتے ہیں کہ there should be a free trade in the country اور اس پر کوئی ban نہیں ہونا چاہیے۔

What we need is a ban on export and strict control on smuggling. We have written to the Prime Minister on that and as a Committee member we have passed a resolution that there should not be any inter-provincial ban on wheat

اور اس کی free trading ہونی چاہیے but we need a strict control on smuggling.

جناب ڈپٹی چیئرمین، شکریہ۔ بھنڈر صاحب۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جناب! ہم نے جو food کا item رکھا ہوا ہے اس

پر بھی یہ discussion ہو سکتی ہے لیکن اگر آپ مناسب سمجھیں تو Leader of the House اور Leader of the Opposition سے مشورہ کر کے ایک گھنٹہ بحث کے لیے رکھ لیں، وزیر صاحب بھی موجود ہوں اور پھر وہ ساری باتوں کا جواب دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، آپ کی رائے بہت مناسب ہے۔ جی بروہی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد علی بروہی، جناب! میں تمام معزز ممبران کی توجہ اس طرف مبذول کراؤں گا کہ آج Pindi Bar میں صحافیوں پر حملہ ہوا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، میں نے آپ کی صحت کو دیکھ کر سمجھا کہ آپ wheat پر بات کرنا چاہ رہے ہیں۔ مجھے کیا پتا کہ آپ bar کے بارے میں بولنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد علی بروہی، جناب والا! یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ آج صحافیوں اور وکلاء پر حملہ ہوا ہے۔ کل ہم نے اس پر عالمی دن منایا ہے اور آج ہم نے اپنے کرتوت یہ دکھائے ہیں کہ جب اعتزاز احسن نے تقریر شروع کی تو جو لوگ coverage کر رہے تھے ان پر حملہ کیا گیا۔ انہوں نے صحافیوں کو گالیاں دی ہیں۔ جناب! ہم یہ کیا کر رہے ہیں؟ یہ جو ظلم و زیادتیوں کی لہر چل پڑی ہے اس کو کیسے روکا جائے گا۔ رضا ربانی صاحب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں یہ ہمیں اس کے بارے میں بتائیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، شیری رحمٰن یہاں بیٹھی ہوئی تھیں اس وقت آپ نے بات نہیں کی اور اب آپ کو یہ بات یاد آ گئی۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد علی بروہی، جناب! یہ زیادتی ہوئی ہے اور اس کے خلاف کوئی action ہونا چاہیے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، ضرور ایکشن ہوگا۔ میڈم کا خود اسی پیشے سے تعلق رہا ہے۔ وہ جب "Herald" میں تھیں تو ایڈیٹر محمود ہارون کی طبیعت صاف کر دیتی تھیں۔ وہ دن بھی ہمیں یاد ہیں۔ اس زمانے میں اتنی آزادی بھی نہیں تھی۔ آج کل تو معاملہ آزاد ہی آزاد ہے Fourth Pillar ہیں۔ اچھا جی we go back Dr. Kausar Firdous Sahiba وہ بچوں کے سلسلے میں جو لوڈشیڈنگ کی بات ہے۔ (ممبر سے مخاطب ہو کر) آپ نہیں تھیں یا میری نظر آپ کی

طرف نہیں گئی اتنی خواتین اکٹھی ہیں میں پہچان نہیں سکا۔ جی ڈاکٹر کوثر فردوس صاحبہ۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس، جناب بہت شکریہ۔ میرا point of order یہ ہے کہ Islamabad Model College for Girls, F-7/2 جناب! وہاں پر 9th کے فیڈرل بورڈ کے papers ہوئے ہیں' وہاں پر checking کے لیے کہ بچیوں کے پاس کوئی ایسی چیزیں نہ ہوں' ٹھیک ہے وہ ان کا حق ہے کہ checking کریں' body search کریں کہ موبائل نہیں ہے یا نقل کی کوئی چیز نہیں ہے لیکن وہاں یہ کیا گیا کہ ان کے اسکارف بھی اتارے گئے اور پھر throughout جب تک paper ہوتا رہا ان کو اسی طرح بیٹھنے پر مجبور کیا گیا۔ جناب! کچھ بچیوں کے والدین نے مجھ سے رابطہ کیا کہ بچیوں میں فطری سی بھی بات ہوتی ہے کہ وہ اپنا سر ڈھانپ کر رکھتی ہیں۔ جناب! جب تک papers ہوتے رہے ان بچیوں کو اسکارف نہیں پہننے دیا گیا۔ اس دوران بورڈ کے مرد حضرات بھی اندر آئے۔ جناب! میں سمجھتی ہوں کہ یہ checking اور تلاشی اور نقل سے بچانے کے نام پر ایک عجیب و غریب حرکت ہے جو کی گئی ہے اور انہوں نے یہ کہا کہ بورڈ کی طرف سے ہمیں یہ آرڈر ہے۔ جناب! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ معلوم کیا جائے کہ بورڈ کی طرف سے یہ حکم تھا۔ نقل کو روکنے کے لیے تو جو اقدامات ہوں وہ تو ٹھیک ہیں مگر پتا نہیں ہمیں ماڈرن بننے کا جو phobia ہو گیا ہے اور اپنی اقدار کی تضحیک کرنے کا میرا خیال ہے اس سے بچا جانا چاہیے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، شکریہ۔ میں ذاتی طور پر بھی احسن اقبال سے درخواست کروں گا کیونکہ وہ خود بھی اس بات کو سمجھتے ہیں۔ انور بھنڈر صاحب آپ please take up کریں۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جناب چیئرمین مہربانی۔ میں ایک اہم مسئلے پر ایوان کی توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہر حکومت جو آتی ہے وہ تعلیم اور صحت دونوں چیزوں کے متعلق داعی ہوتی ہے کہ ہم اس پر بہت توجہ دے رہے ہیں اور بہت توجہ دیں گے۔ دینی بھی چاہیے' دونوں بڑے اہم مسائل ہیں۔ تعلیم بھی ہونی چاہیے اور صحت بھی ہونی چاہیے۔ میں فیڈرل گورنمنٹ سروسز ہسپتال کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے وہاں پچھلے دنوں جانے کا اتفاق ہوا اور میں نے دیکھا کہ وہاں کی حالت بہت ناگفتہ بہ ہے۔ وہاں کی space بہت کم ہے۔

نہ صرف space کم ہے بلکہ میرا خیال ہے کہ وہاں اتنا congestion ہوتا ہے کہ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہسپتال نہیں بازار ہے۔ وہاں مریضوں کی تعداد بے پناہ ہے اور سہولیات بہت کم ہیں۔ میں عرض کروں کہ وہاں نہ MRI ہے اور نہ ہی سی ٹی سکین ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، اسلام آباد میں نہیں ہے۔ پولی کلینک کی بات کر رہے ہیں۔ کہاں چلی گئی ہیں یہ ساری چیزیں۔ اگر اسلام آباد میں نہیں ہے تو ہمارے ہاں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہوں۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، پولی کلینک کی بات کر رہا ہوں اس کا نام فیڈرل گورنمنٹ سروسز ہسپتال ہے لیکن عرف عام میں اس کو پولی کلینک کہتے ہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے یہ PIMS میں MRI مشین نہیں تھی۔ اتفاق سے اس پر سوال آگیا اور اس میں assurance آگئی، اس کو ہم نے assurance کے بعد assurance committee میں لے لیا اور الحمد للہ ہم نے چھ مہینے میں وہاں MRI مشین لگوا دی۔ اب وہاں MRI مشین موجود ہے لیکن ہر بات کی assurance تو آ نہیں سکتی۔ اگر یہاں کوئی وزیر صاحب یقین دہانی کرادے تو پھر ہم take-up کرلیں گے لیکن اس ہسپتال میں نہ سی ٹی سکین ہے نہ ایم آر آئی ہے۔ سی ٹی سکین کے لیے مریض کو باہر بھیجتے ہیں۔ یہ فیڈرل گورنمنٹ آف پاکستان کا ہسپتال ہے اور اس میں سی ٹی سکین نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، چراغ تلے اندھیرا والی بات ہے۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جناب! اس میں خاطرخواہ انتظامات نہیں ہیں۔ اس کی extension کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔ اردگرد کوٹھیاں موجود ہیں لیکن ہسپتال کی جگہ بہت ہی کم ہے اور میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ فیڈرل گورنمنٹ کا اگر ہسپتال ہو، اس کے لیے

* جناب رضا ربانی صاحب اپنی سیٹ پر تشریف لائیں پھر میں عرض کروں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، آپ مجھے guide کریں میں اس کا آسان طریقہ نکالوں۔ بہت سے جو points raise ہو رہے ہیں تو ہمارے Chairmen Standing Committees *suo moto* action لے لیں اور یہ مسئلے منگوالیں اور Ministers سے پوچھتے جائیں۔ رضا ربانی

صاحب کو کیوں تکلیف دیں۔ہماری Health Committee active ہو جائے۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر ، رضا ربانی صاحب کی توجہ سے ہی یہ ہوگا۔ یہ معاملہ take-up کریں گے تو ہو گا۔

سینیٹر میاں رضا ربانی ، پولی کلینک کی بات ہو رہی ہے ۔سی ٹی سکین نہیں ہے پولی کلینک میں۔ I will take it up

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر ، یہی بات ہے جناب! دونوں لیڈر صاحبان اپنی گفتگو میں مصروف تھے ،میری بات نہیں سن رہے تھے۔

سینیٹر کامل علی آغا، جناب! ہم ان ہی کی بات کر رہے تھے۔ ہم دونوں ہسپتال کے متعلق ہی سوچ رہے تھے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، ہم سینیٹ والوں کو ہسپتالوں کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔ ایم این اے تو ماشاء اللہ جوان ہیں۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر ، جناب! اگر وہ بات سن کر کانفرنس کریں تو میں بہت زیادہ مشکور ہوں گا۔ گزارش یہ ہے کہ یہ مسئلہ عوام کا ہے ' یہاں کے رہنے والوں کا ہے ' مریضوں کا ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ اس کے متعلق خاطرخواہ انتظام ہونا چاہیے اور اس میں extension, MRI اور سی ٹی سکین کا بندوبست ہونا چاہیے۔ میں قائد ایوان سے اس کی assurance چاہتا ہوں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ کل لے آئیں۔ اگلے سال کے بجٹ میں ان چیزوں کو provide کیا جائے اور اس کی توسیع کا منصوبہ بنا کر ایک statement اس ایوان میں دی جائے ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، کلثوم پروین صاحبہ! آپ اسی میں شامل کوئی بات کرنا چاہتی ہیں(ممبر سے مخاطب ہو کر) آپ بھی اسی پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ میڈم کو پہلے بولنے دیں۔ محمد علی بروہی صاحب آپ چھوڑیں بہت لمبا سلسلہ ہو جائے گا۔ قائدایوان request کر رہے ہیں کہ انہوں نے میٹنگ پر جانا ہے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی ، May I make a request sir میں نے محترم قائد حزب

اختلاف سے بھی request کی ہے کہ جو points of order رہ گئے ہیں ان کو اگر صبح لے لیں

that meeting was to start at 8.30 p.m and it is quarter to nine, by the time, I get there it will be nine, I would appreciate if it could be adjourned.

سینیٹر کامل علی آغا، یہ بہت ہی اہم مسئلہ ہے۔ ساری قوم کی نظریں اس پر لگی ہوئی ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ آج ہی یہ فیصلہ کر کے اٹھیں اور ہم ان کو دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، وہ تو دلہن کو دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا جاتا ہے۔ کلثوم صاحبہ میرا خیال ہے وقت بچائیں، آپ بھی ایک منٹ لیں۔ سومرو صاحب۔

سینیٹر خالد محمود سومرو، شکریہ۔ جناب چیئرمین! بھنڈر صاحب نے فرمایا کہ ہم نے کوشش کی اور چھ مہینے کے اندر پمز کو ہم نے MRI مشین دلوا دی۔ یہاں پر assurance دی گئی تھی چانڈ کا میڈیکل کالج لاڑکانہ ہسپتال کے لیے۔ چانڈ کا میڈیکل ہسپتال لاڑکانہ یہ اندرون سندھ کا سب سے بڑا ہسپتال ہے کراچی اور حیدر آباد کے بعد۔ آپ کا آدھا بلوچستان لاڑکانہ آتا ہے۔ وہاں پر سی ٹی سکین اور ایم آر آئی کی provision کے لیے یہاں assurance دی گئی تھی۔ اس کے بعد دو تین مرتبہ بھنڈر صاحب کی صدارت میں اجلاس ہوا اور وہاں پر اس کی پھر یقین دہانی کرائی گئی۔ میں اتنی درخواست کرتا ہوں کہ چھ مہینے میں اگر پمز ہسپتال کو یہ مشین مل سکتی ہے تو ڈیڑھ سال ہو گیا ہے، ہم سے بھی وعدہ کیا گیا تھا۔ یہاں میں نے تین مرتبہ خط بھی لکھے لیکن اب تک چانڈ کا میڈیکل کالج ہسپتال کو سی ٹی سکین اور ایم آر آئی نہیں دی گئی۔ مہربانی فرما کر اس کو بھی یقینی بنائیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، جی اس کو refer کرتے ہیں Health Minister Sahiba جو اس وقت انچارج وزیر ہیں اور میں دوبارہ کمیٹی والوں سے کہتا ہوں کہ اس کو effective بنائیں۔ میڈم کلثوم پروین short and brief and quick and fast کریں۔

سینیٹر کلثوم پروین، شکریہ جناب چیئرمین، بھنڈر صاحب نے جو فرمایا بالکل صحیح ہے مگر دوسری طرف sad story یہ ہے کہ کل ہی اس فیڈرل گورنمنٹ سروسز ہسپتال میں تین سال

کا بچہ پانی کے ٹینک میں ڈوب کر مرگیا۔ یہ ہسپتال ہے ایمرجنسی بھی ہوسکتی ہے ، لوگ کسی وقت بھی آسکتے ہیں۔ کتنا بڑا ہسپتال ہے اسلام آباد میں ، اگر بلوچستان میں ہوتا تو ہم کہتے کہ احتیاط نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، نہیں بلوچستان والے بھی لوگ ہیں۔

سینیٹر کلثوم پروین ، جناب! مجھے پتا ہے وہاں پر کوئی سہولت میسر نہیں ہے، یہاں پر تو ہر چیز ہر وقت available ہوتی ہے تو اس کا بھی نوٹس لیا جائے ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ، بروہی صاحب cut short points move forward. پھر final کرتے ہیں پھر لیٹ ہو جائے گا۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد علی بروہی، شکریہ جناب۔ جیسا کہ ہمارے معزز بھنڈر صاحب نے اور ہماری محترم بہن نے بھی اس چیز کی جانب توجہ دلائی، آج سے دو تین دن پہلے ہماری سٹینڈنگ کمیٹی برائے ہیلتھ، جس کا میں ممبر بھی ہوں، اس کے چیئرمین تفہیم صاحب نے PIMS کے حوالے سے مجھے nominate کیا تھا اور inquiry کی ایک خبر آئی تھی کہ trainee PGs کے حوالے پورا ہاسپٹل کیا جاتا ہے، specialist doctor کوئی نہیں ہوتا ہے، چاہے evening میں ہو یا کوئی emergency ہو جائے۔ وہ صرف round پر آتے ہیں، باقی اس حوالے سے سینیٹر ڈاکٹرز ڈیوٹی پر نہیں آتے وہ صبح بھی کلینک کرتے ہیں اور شام کو بھی باقی patients کو دیکھتے ہیں۔ اس بارے میں ایک انکوائری report میں نے کمیٹی میں تفہیم صاحب کے پاس پیش کردی ہے۔ میری گزارش یہی ہے کہ خاص طور پر سی ٹی سکین کے حوالے سے، جیسے ہمارے سومرو صاحب نے بھی بتایا کہ یہ مشین چانڈکا میڈیکل کالج میں بھی نہیں ہے اور اسی طرح پولی کلینک میں۔ جناب، kindly یہ کیس اگر ہیلتھ کمیٹی کو refer کردیں----

جناب ڈپٹی چیئرمین ، Refer کرنے کی بروہی صاحب ضرورت ہی نہیں ہے، Committees کے powers *suo motu* ہیں۔ آپ اس کا action لیں۔ وہ تو دوسروں کے ساتھ آگے پیچھے جو ہوگا سو ہوگا، آپ کے اختیارات تو ہیں، *suo motu* powers کے وہ تو استعمال کریں آپ۔ میں اشارہ دے رہا ہوں آپ اسی line پر آجائیں۔ پتا چلے کہ سینیٹ حرارت

میں ہے۔ جی میڈم انیسہ زیب طاہر خیلی صاحبہ---

سینیٹر انیسہ زیب طاہرخیلی، شکریہ جناب چیئرمین۔ میں انتہائی مختصر لیکن بہت اہم issue کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتی ہوں۔ آج میڈیا میں الیکشن کمیشن کے حوالے سے خبر آئی کہ جو آئندہ آنے والے ضمنی انتخابات کو مزید دو ماہ کے لیے ملتوی کردیا گیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ انتہائی ناحق فیصلہ ہے، غیر منصفانہ ہے۔ میں خاص طور پر صوبہ سرحد کے reference سے یہ بات کر رہی ہوں جہاں بغیر سیاسی جماعتوں سے کسی مشاورت کے یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ وجہ جو بتائی گئی ہے apparently وہ یہ ہے کہ صوبہ سرحد کے Home Department نے law and order کی situation بیان کی ہے کہ وہ اس قابل نہیں ہے۔ مجھے یاد آتا ہے کہ الیکشن 2008 جب پہلے schedule ہوا تھا، جنوری کے مہینے میں تو اس سے پہلے بھی حالات انتہائی گھمبیر تھے، سوات کے بھی اور باقی بنوں اور ڈی آئی خان کے حوالے سے بھی، یہاں تک کہ settled districts مردان اور پشاور کے آس پاس بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ بہت گھمبیر حالات تھے لیکن اس وقت جو حزب اختلاف کی جماعتیں تھیں اور آج وہ حکومت کی جماعتیں ہیں، انہوں نے اس کو شدید oppose کیا کہ ایسے کوئی حالات نہیں، کسی طور پر بھی الیکشن ملتوی نہیں ہونے چاہییں۔ ہم بھی سمجھتے ہیں کہ یہ عوام کا حق تھا کہ وہ اپنے نمائندے منتخب کرتے۔ آج وہ جماعتیں حکومت میں ہیں، مرکز میں بھی اور صوبہ سرحد میں بھی۔

گزشتہ ایک مہینے سے ہم یہ بھی سن رہے ہیں مختلف رہنماؤں سے کہ حالات بہت بہتر ہوگئے ہیں، نئی حکومت کی بہترین پالیسیوں کی وجہ سے، قدرے سازگار ہوگئے ہیں، تو اب اس فیصلے کے تحت یا تو یہ دیکھنا چاہیے کہ پہلے سے حالات بہت ابتر ہوگئے ہیں یا پھر یہ ہے، میں سمجھتی ہوں میری اپنی assessment ہے، کہ عوامی ردعمل جو ابھی ہم نے آنے کے حوالے سے حاجی صاحب کی بات سنی اور جو صوبہ سرحد کے عوام کے جذبات ہیں یا اس عوامی ردعمل سے بچنے کے لیے مزید time buy کیا جارہا ہے یا اس کے اندر کوئی ایسی چیز ہے جو نظر نہیں آرہی لیکن میں سمجھتی ہوں کہ الیکشن کو مزید ملتوی کرنے سے، بہت سے ایسے حلقے ہیں جہاں کے عوام بغیر نمائندوں کے رہیں گے۔ اس وقت اہم فیصلے ہو رہے ہیں پارلیمنٹ میں، وہاں پر ان کی کوئی

نمائندگی نہیں۔ ایک لحاظ سے آپ ان کو disenfranchise کر رہے ہیں۔ آپ کے توسط سے میں حکومت تک یہ بات پہنچانا چاہتی ہوں کہ فوری طور پر پرانے schedule کو بحال کیا جائے اور notification کی تنسیخ کی جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، میرا خیال ہے کل تک جو print media میں اور آج رات جو talk shows پر discussions ہورہی ہیں' اس سے آپ خود اندازہ لگالیں گے کہ reaction کیا ہے۔ وہ ایسا barometer بن گیا ہے کہ ابھی ہم گھر پہنچتے نہیں ہیں' ہم سے پہلے چھوٹے بچے کو پتا ہوتا ہے کہ ابو یہ ہوا' امی یہ ہوا' Anchors کے نام لیتے ہیں۔ کبھی کبھی سوچتے ہیں کہ سینیٹ چھوڑ کر anchor person بن جائیں۔ جی طاہرہ لطیف صاحبہ۔

سینیٹر طاہرہ لطیف، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ چیئرمین صاحب' میں انتہائی ضروری باتیں کرنا چاہ رہی ہوں۔ باہر سے جو گندم منگوائی گئی تھی' وہ پرانی اور ناقص تھی۔ اس پر انتہا یہ کہ سوکھی روٹیاں اور ٹکڑے پیسے گئے' جو کھاکر لوگ بیمار ہوگئے۔ بہت سے لوگ بیمار پڑے ہوئے ہیں۔ دوسری بات میں پانی کے بارے میں کرنا چاہتی ہوں کہ منرل واٹر کے نام پر بوتلوں میں بند کرکے جو پانی بیچا جارہا ہے' آج کل بہت سی کمپنیاں' foreign کمپنیاں اور یہاں کی کمپنیاں بھی' منرل واٹر کے نام پر پانی بیچتے ہیں۔ لوگ وہ پانی خرید کر پیتے ہیں' حقیقت میں وہ بیماریاں خرید کر پیتے ہیں۔ جو ناقص پانی بوتلوں میں بھرا جاتا ہے اسے چیک کرنا چاہیے۔ آپ اس کو خصوصی طور پر چیک کروائیں۔ شکریہ۔

Mr. Deputy Chairman: We come to the end of the points of order.

میڈم سینیٹر رزینہ عالم صاحبہ۔ میڈم نیلوفر بختیار! آپ نے بھی میری طرح خاموشی اختیار کرلی ہے۔

سینیٹر رزینہ عالم خان، شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ میں آپ کی توجہ اور ایوان کی توجہ آج کے "جنگ" اخبار کی اس خبر کی جانب مبذول کرانا چاہتی ہوں جس میں سوات میں ایک گورنمنٹ گرلز ہائی سکول کو نذر آتش کردیا گیا۔ کوئی تیس افراد نے وہاں کے چوکیدار کو یرغمال

بنایا اور سکول کو آگ لگادی اور دو کمروں میں بم رکھ دیے گئے۔ بہرحال وہ سکول جل کر خاکستر ہوگیا' اس کے نو کمرے بالکل تباہ ہوگئے' لیبارٹری تباہ ہوگئی۔ جناب والا! NWFP میں پہلے ہی بچیوں کی تعلیم کا ratio بہت کم رہا لیکن پچھلی حکومت نے اس کو بہت improve کرنے کی کوشش کی۔ میں اپنی کمیٹی کو جب وہاں لے کر گئی' تو پتا چلا کہ سوات میں literacy rate صرف تین فی صد ہے اور اس کی main وجہ یہ ہے کہ بچیاں عدم تحفظ کا شکار ہیں اور گھر سے سکول جاتے وقت اپنے آپ کو secured محسوس نہیں کرتیں۔ اس طرح کے واقعات کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ بچیوں کو تعلیمی اداروں سے دور رکھا جائے۔

میں آپ کی وساطت سے ایوان میں یہ بات کہنا چاہتی ہوں' آپ اگر اس کو متعلقہ صاحبِ اقتدار تک پہنچائیں کہ اس قسم کے واقعات کا سدباب کرنے کے لیے کوئی مناسب کارروائی کی جائے اور گرلز سکولوں کے سامنے Police یا کوئی اور law enforcing agencies کے لوگ تعینات کیے جائیں جو اس قسم کے واقعات کو نہ ہونے دیں کیوں کہ مردوں کے ساتھ ساتھ بچیوں کی تعلیم بے حد ضروری ہے۔ اس قسم کے واقعات سے بچیوں کے لیے آئندہ بہت سی problems ہیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ، کائرہ صاحب بیٹھے ہیں اگر انہوں نے نوٹس لیا ہو' میں personally ہوتی صاحب سے بات کروں گا کہ please بچیوں کا معاملہ ہے' they are also very clear about it لیکن کچھ حالات ایسے ہیں جن کو face کرنا پڑے گا۔ کافی عرصے کے لوازمات ہیں ' there are so many linkages, they go back to Lal Masjid, they go back to so many other places. جی میڈم نیلوفر بختیار صاحبہ۔

سینیٹر نیلوفر بختیار ، شکریہ چیئرمین صاحب۔ میں آپ سے دوبارہ request کرنا چاہتی ہوں کہ جو seat allocation ہے women کی' اس کے اوپر آپ ذرا نظر ثانی کریں because we want to be treated as Senators not as men and women. We have been fighting against this thing all our lives. آپ نے ہمیں rest rooms الگ دیے ہوئے ہیں' نماز کی جگہ الگ ہے' وہ ہماری ضرورت تھی لیکن سینیٹ میں ہم برابری کی

سیٹیں چاہتے ہیں اور ہمارے ناموں کے ساتھ ہماری seats کی allocation کی جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : میں personally feel کرتا ہوں، کیونکہ میں ہر وقت خواتین کی طرف دیکھتا رہوں تو ایک طرف ہی دیکھتا رہوں گا۔ جب ہر طرف خواتین ہوں گی تو الٹے ہاتھ بھی دیکھوں گا، سیدھے ہاتھ بھی دیکھوں گا، آگے بھی دیکھوں گا، پیچھے بھی دیکھوں گا۔

Senator Nilofar Bakhtiar: We strongly feel that this is discrimination.

جناب ڈپٹی چیئرمین : جی صحیح ہے۔ راجہ صاحب کو میں نے کہہ دیا ہے کہ seating کو تھوڑا change کریں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین : جن کو change کرنا ہے ان کو کریں گے we will do that. Women Protection Act تو پچھلے سال آ گیا، مجھے اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو میں Male Protection Bill بھی لاؤں گا۔ جی طاہر مشہدی صاحب۔ This is going to be the parting point of order.

Senator Col. (Retd) Syed Tahir Hussain Mashhadi: I would like to bring to the attention of this honourable House that inspite of assurances given by a Federal Minister, he was very kind. He gave the assurances and there was a hue and cry and a very very positive role played by the press and the media. They helped us out in this issue. Its a question regarding Mr. Tufail Shah, who was forced to commit suicide, because he could not pay a meager amount to one of the private banks. The State Bank of Pakistan has taken no action whatsoever, to issue any instruction to regulate the Collectors or the retrievers, they are all *thugs*, *goons*, *goondas* and *loafers*, who have been hired by these banks as

recovery agents to harass poor families, because they do not dare to harass the rich. So, the rich manage together with billions and billions of rupess and the poor, meek and the humble people of Pakistan have to commit suicide because they can not pay that little bit of amount. They are harassed and insulted by these people. The State Bank has not taken any action so far, no compensation whatsoever, has been paid by this peoples' government to those poor people because perhaps their crime is that they are poor, they are meek and they are humble. So, nobody cares for them and specially this government does not care for them. Also no action has been taken against the perpetuaters of this heinous crime. Thank you Sir.

جناب ڈپٹی چیئرمین، شکریہ جناب۔ جب اسحاق ڈار صاحب آئیں گے تو اس کو لے لیں گے۔

We adjourn the House to reconvene tomorrow, the 6th May, 2008 at 10:00 a.m. *Insha Allah.*

[The House was then adjourned to meet again on Tuesday, 6th May, 2008 at 10:00 a.m.]